زیر سرپرستی داعیٔ اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی

ماھنامہ

خضرِ راہ دھلی

جلد 1

شمارہ 5

شعبان/ رمضان ۱۴۳۳ھ

جولائی ۲۰۱۲ء

مجلس مشاورت

حافظ حسین سعید صفوی
مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی
مولانا ذیشان احمد مصباحی
مولانا اشتیاق عالم مصباحی
مولانا شاہد رضا ازہری
مولانا عارف اقبال
شاکر عالم مصباحی
مولانا غلام مصطفیٰ ازہری

مجلس ادارت

مولانا حسن سعید صفوی
مولانا محمد عمران ثقافی
مولانا کتاب الدین رضوی
مولانا قمر احمد اشرفی
مولانا سجاد عالم مصباحی
ڈاکٹر شہزاد انجم
جناب احمد جاوید

مدیران

محمد جہانگیر حسن - شوکت علی سعیدی

نائبین مدیر

محمد آفتاب عالم - ابرار رضا مصباحی

مجلس منتظمہ

سرکولیشن منیجر : ساجد سعیدی
اشتہار منیجر : موسیٰ رضا
تزئین کار : منظر سبحانی

نوٹ:
مضمون نگار کے افکار و نظریات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔ ادارہ

قیمت فی شمارہ	: 20 روپے
قیمت سالانہ	: 200
قیمت سالانہ سرکاری ادارے و لائبریری	: 500
بیرون ممالک	: 40/امریکی ڈالر
لائف ممبرشپ	: 5000

مراسلت کا پتہ:

ماہنامہ خضر راہ
F-464 جیت پور پارٹ II، نزد کھجوری مسجد بدر پور، نئی دہلی۔۴۴
KHIZR-E-RAH(Monthly)
F-464, Jaitpur II, Near Khajuri Masjid
Badarpur, New Delhi.44
E-Mail-khizrerah@gmail.com
Mobile: 09312922953

نوٹ: رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابل سماعت ہوگا

پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر شوکت علی نے حرمین آفسیٹ پریس 632 رنگ محل، چاندنی محل، نئی دہلی 2، سے طبع کرا کر آفس ''ماہنامہ خضر راہ'' F-464 جیت پور پارٹ II، نزد کھجوری مسجد بدر پور، نئی دہلی۔44 سے شائع کیا۔

ناشر شاہ صفی اکیڈمی/ جامعہ عارفیہ سید سراواں، کوشامبی، الہ آباد (یوپی)

خضرِ راہ

علم وعرفان

حمد و مدح:	شاہ تراب علی، شاہ احسان اللہ محمدی	۳	روزہ احادیث کی...:	مولانا مقصود احمد سعیدی	۱۰
عرفانی مجلس:	شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی	۴	دعائیں:	مولانا یعقوب خان	۱۲
روح عبادت:	شوکت علی سعیدی	۵	روزے کی حقیقت:	ادارہ	۱۳
سورۂ قدر:	اشتیاق عالم مصباحی	۸	اسرار التوحید:	شیخ محمد بن منور	۱۵

مضامین

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
شاہ صفی اللہ محمدی	رفعت رضا نوری	۱۷
رمضان کے فضائل	شاہد رضا ازہری	۲۰
روزہ قرب الٰہی کا بہترین ذریعہ	مولانا اشتیاق عالم مصباحی	۲۳
روزے کے اسرار	مولانا رکن الدین	۲۶
انوار سحری	مولانا فخر الزماں نورانی	۲۸
مومن کا افطار	مجیب الرحمٰن علیمی	۳۰
روزے کے باطنی آداب و اثرات	امام الدین سعیدی	۳۲
روزے کے احکام	محمد افتخار عالم	۳۵
تراویح	غلام مصطفیٰ ازہری	۳۸
اعتکاف: مفہوم اور حقیقت	مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی	۴۲
شب قدر	شاہد رضا ازہری	۴۶
صدقۂ فطر	جہانگیر حسن	۵۰
رمضان: روحانی تربیت کا مہینہ	مولانا عبد الرحمٰن سعیدی	۵۴
زکوۃ: فضائل و مسائل	محمد فیضان عزیزی	۵۶
قرآن اور تلاوت قرآن	طارق رضا	۵۹
معانی و مفاہیم	ادارہ	۶۲

حمد و مدح

فضل سے اپنے مجھے کر دے غنی

التجا کس سے کروں تیرے سوا
یا الٰہی کر مری حاجت روا

درد میری تجھ سے کچھ پنہاں نہیں
ہے ترا لطف و کرم اس کی دوا

فضل سے اپنے مجھے کر دے غنی
تو غنی ہے میں فقیر بے نوا

مجھ کو اس عالم سے کر دے بے نیاز
دور ہو دل سے مرے حرص و ہوا

آتش دوزخ سے ایمن رکھ مجھے
ہو مری قسمت میں جنت کی ہوا

تجھ سے ہے امید بخشش کی مجھے
ہے تیرا محبوب میرا پیشوا

حشر میں جھٹ پٹ وہاں پہنچے تراب
ہو جہاں قائم محمد کا لوا

شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ

بس اک چشم رحمت کے محتاج ہیں ہم

بس اک چشم رحمت کے محتاج ہیں ہم
شفیع الوریٰ رحمت ہر دو عالم

ترا ذکر ذکرِ خدا یا محمد ﷺ
ترا اسم ہے با خدا اسم اعظم

اگر تو نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا
حیات دو عالم ترے دم سے قائم

ترا جسم اقدس ہے نور مجسم
تجلیٔ حق باعث خلق آدم

ترا نام صل علیٰ یا محمد ﷺ
سکون دل و راحت جان عالم

یہ سب پیر و مرشد کا ہے فیض ورنہ
کہاں بارگاہ رسالت کہاں ہم

سعیدؔ اللہ اللہ خدا کا مقرب
غلام غلامانِ شاہ دو عالم

شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی

عرفانی مجلس

افادات: داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی/ ترتیب: مجیب الرحمن علیمی

سعد ونحس اور بدشگونی کی ایمانی حیثیت

حضور داعی اسلام ادام اللہ ظلہ علینا سے سعد ونحس اور بدشگونی کے متعلق سوال کیا گیا کہ سرکار! شادی کی تاریخ متعین کرتے وقت جنتری میں مرقوم سعد ونحس کا اعتبار کرنا اور چلتی گاڑی کے آگے سے بلی کے گزر جانے کو بدشگونی سمجھنا کیسا ہے؟ سرکار نے فرمایا کہ ایمان کا تقاضا ہے کہ ہر وقت یہ خیال غالب رہے کہ فاعل حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَایَشَاءُ. (الحج: ۱۸) اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَایُرِیْدُ. (مائدۃ: ۱)

سعد ونحس جو جنتری میں لکھا رہتا ہے اس کے اوپر ''بعقائد شیعی'' بھی لکھا رہتا ہے یعنی شیعہ عقیدہ کے مطابق سعد ونحس ہے نہ کہ اہل سنت وجماعت کے عقیدے کے مطابق۔ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جو بھی نفع ونقصان ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اس کا وقت متعین ہے، جس کو ہم تقدیر کہتے ہیں اور تقدیر پر ایمان رکھنا فرض عین ہے: وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی. (تقدیر اچھی ہو یا بری اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔) ہم پڑھتے تو ضرور ہیں مگر اس پر یقین نہیں رکھتے۔

اس روئے زمین پر جو بھی مصیبت آتی ہے، خواہ انسان کی جان ومال پر ہو یا کسی اور چیز پر، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی لکھ دیا ہے، اس کا وقت متعین ہے اور وہ ہو کر رہے گا: مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَھَا اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ. (حدید: ۲۲) زمین پر اور تمہاری جانوں پر کوئی مصیبت نہیں آتی مگر اللہ نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے ہی لکھ دیا ہے اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔

بلی کے گزرنے یا کسی انسان کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا، جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، حد تو یہ ہے کہ اللہ والوں کی دعائیں بھی اسی وقت موثر ہوتی ہیں جب اللہ چاہتا ہے، دعا، تعویذ اور دوا وعلاج بذات خود موثر نہیں ہیں، بلکہ ان سب کے پردے میں موثر حقیقی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس لیے ہر نفع ونقصان کے وقت مومن کو چاہیے کہ: '' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. یا العیاذ باللہ کہے۔

تیری ہزار برتری تیری ہزار مصلحت میری ہر اک شکست میں میرے ہر اک قصور میں

گاڑی کے سامنے سے بلی کے گزرنے اور سعد ونحس کی وجہ سے کچھ نہیں ہوتا، اللہ نے فرمایا: ''اِذَاجَاءَ اَجَلُھُمْ فَلَایَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَایَسْتَقْدِمُوْنَ.'' (یونس: ۴۹) ان کی موت کا وقت جب آ جائے گا تو نہ ایک لمحہ پیچھے ہوں گے اور نہ آگے بڑھیں گے۔

ایسا نہیں ہے کہ بلی کے گزر جانے اور بہو کے گھر میں آنے اور جنتری کے مطابق نحس تاریخ میں شادی ہونے یا کسی جادوگر کی وجہ سے موت وحیات کے متعینہ وقت یعنی تقدیر میں کوئی تبدیلی ہو جائے گی، ایسا عقیدہ غیر اسلامی ہے۔

ہاں! اگر کسی کا ایسا ہی عقیدہ اور خیال ہو کہ بلی کا گزرنا اور نحس میں شادی کرنا وغیرہ مصیبت کا سبب ہے تو علما کو چاہیے کہ پہلے اس کو صالح اور بنیادی اسلامی عقائد سے آگاہ کریں اور ایمانیات کو بیان کرتے ہوئے ایسے لوگوں کی فکری کجی کو دور کریں، بغیر سمجھائے سختی کے ساتھ اس طرح کے مذموم خیالات ورسومات سے لوگوں کو نہ روکیں ورنہ خدانخواستہ کوئی حادثہ ہو گیا تو ایسے لوگ اپنے اس مذموم خیال وگمان میں مزید مضبوط اور گمرہی میں پختہ ہوں گے۔

دوسری بات یہ کہ جو جیسا گمان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی ویسا ہی کر دیتا ہے، حدیث قدسی ہے: اِنَّ ظَنَّ خَیْرًا فَلَہٗ اِنَّ ظَنَّ شَرًّا فَلَہٗ. اللہ نے فرمایا میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں جو خیر کا گمان رکھے گا اس کے لیے خیر ہے جو شر کا گمان رکھے گا اس کے لیے شر ہے، اس لیے بندے کو ہمیشہ بھلائی اور خیر ہی سوچنا چاہئے اور اللہ سے خیر وسلامتی کی دعا کرنی چاہئے ممکن ہے کہ اللہ اس کی دعا کو قبول کر لے اور مصیبت کو خوشی سے اور آفت کو راحت سے بدل دے، کیوں کہ اللہ اپنے ہر چاہے پر قادر ہے: اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. (بقرہ: ۲۰) اور فَعَّالٌ لِّمَایُرِیْدُ. (بروج: ۱۶) جب جو چاہے کر لے صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے۔

شوکت علی سعیدی

روحِ عبادت

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔
توحید کی شہادت، نماز، روزہ، حج اور زکوۃ۔

ان پانچوں میں ایک کی حیثیت ایسی ہے کہ اس کے بغیر دوسرے چار کا ادا کرنا نہ کرنا برابر ہے۔یعنی توحید، اسلام کی ایک ایسی بنیاد ہے جس کے بغیر سارا عمل بے کار ہے۔توحید کا مطلب ہے اللہ عزوجل کو ایک ماننا اور اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔

جب ایک بندے کے اندر توحید کی بنیاد پڑتی ہے تب جا کر دوسری بنیادیں قائم ہوتی ہیں۔

اسی لیے حقیقی داعیان اسلام نے پہلے نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کی تبلیغ نہیں کی بلکہ سب سے پہلے بندوں کے دلوں میں توحید کو راسخ کیا۔جب تک دل ودماغ میں توحید رچ بس نہ جائے اس وقت تک یہ نماز، یہ روزہ، یہ حج اور یہ زکوۃ عبادت نہیں ہو سکتے۔

رمضان المبارک عبادت کا مہینہ ہے۔ہمیں غور کرنا ہے کہ جو عبادتیں نماز، روزہ اور زکوۃ کی شکل میں ادا کی جارہی ہیں وہ عبادت میں شامل ہورہی ہیں یا نہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ توحید تو ابھی ہمارے دل میں نہیں اترا ہے اور دنیا کے دکھاوے کے لیے یا عام عادات ومعمولات کے طریقے پر ان عبادتوں کو کررہے ہیں جس سے حقیقی عبادت کا نہ لطف مل رہا ہے اور نہ ہی ہمارے اعمال ثواب میں شامل ہورہے ہیں۔

آیئے اس رمضان کے مہینے میں حقیقی عبادت کا لطف لینا چاہتے ہیں تو توحید کو عقل سلیم کے ذریعے سمجھیں جو علم کے راستے سے ہم تک پہنچتا ہے اور اس توحید کو دل میں اتاریں جو صاحب دل کے ذریعے سے ہم تک پہنچتا ہے۔اے میرے بھائی! اہل علم تو ہر جگہ مل جائیں گے اور اگر نہ مل پائیں تو ان کی باتیں کتابوں میں مل جائیں گی اسے پڑھ کر توحید تو سمجھ لیں گے، لیکن توحید کو دل میں اتارنے کے لیے صاحب دل کی کتابیں تو مل جاتی ہیں۔صاحب دل کہاں ملیں گے؟ ان کی پہچان کیسے ہوگی؟ صاحب دل تو ہمیں ہر جگہ نہیں دِکھتے کہ ان سے جا کر استفادہ کرسکیں، ایسی حالت میں ہم کیا کریں؟

اے میرے بھائی! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ہدایت دینے والا اللہ ہے، وہ اپنے نور کے ذریعے سے ہدایت دیتا ہے۔جب کوئی بندہ اس کی طلب میں نکلتا ہے تو کوئی خضر اسے راستے میں ملتا ہی ہے۔افسوس یہ ہے کہ ہم نے کبھی طلب پیدا نہیں کی اور یہ کہہ دیا کہ اب اہل دل یعنی اللہ والے اس دنیا میں ہیں ہی نہیں۔افسوس ہے ایسے نادانوں پر، کیا تم نے کبھی سوچا کہ یہ خیال دین سے ٹکراتو نہیں رہا ہے کہ اب اللہ والے نہیں ہیں۔جان لو کہ قیامت تک اللہ والے رہیں گے۔ان کی پہچان

کے لیے پہلے قلب کی صفائی کی ضرورت ہے اوران کو پانے کے لیے حقیقی طلب کا پیدا ہونا ضروری ہے۔

مگو ارباب دل رفتند و شہر عشق خالی شد

جہاں پُر شمس تبریزست مردے کو چوں مولانا

یہ نہ کہو کہ اہل دل رخصت ہو گئے اور شہر عشق ویران ہو گیا۔ دنیا شمس تبریز سے بھری ہوئی ہے مولانا روم جیسا کوئی طالب کہاں ہے۔

اے میرے بھائی! اس پُرفتن دور میں ظاہری علوم کی کمی نہیں ہے۔ لوگوں نے کیسے کیسے علوم حاصل کیے، زمین کی پستی کے علوم سے لے کر آسمان کی بلندی کے علوم حاصل کیے۔ زمین کے نیچے سیر کر رہے ہیں تو آسمان کے اوپر بھی سیر کرنے کے طریقے ایجاد کر چکے ہیں، لیکن ان سب کی حقیقت پر کبھی غور نہیں کرتے یعنی علم حقیقی کو حاصل کرنے میں وہ جدوجہد نہ کر سکے۔ ان سے پوچھا جائے کہ اے علوم کے ماہرو! کبھی تم نے اس پر بھی ریسرچ کیا کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں اور کہاں جانا ہے؟ اگر اس کی تحقیق کر لیے ہوتے تو ظاہری علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ ان ساری چیزوں کی حقیقتیں بھی روشن ہو جاتیں۔

مولوی ہستی و آگاہ نیستی از کجا و تا کجا و کیستی

مولا والے کہلاتے ہو، اور اس سے آگاہ نہیں ہو کہ کہاں سے آئے؟ کہاں جانا ہے؟ اور کون ہو؟

لیکن یاد رکھو! یہ ریسرچ کسی لیب میں بیٹھ کر یا لائبریری میں نہیں ہوگی بلکہ کسی ایسے شخص کی تلاش کرنی ہوگی جو ان حقیقتوں سے واقف ہو، جب تمھیں ایسا شخص مل جائے گا تو سکنڈوں میں تمھیں تمھاری حقیقت سے آشنا کرا دے گا اور پھر تم دنیا کی ساری حقیقتوں سے واقف ہو جاؤ گے۔ دنیا مخلوق ہے، جب تک مخلوق کی حقیقت کو نہیں سمجھا جائے خالق کی حقیقی معرفت روشن نہیں ہو سکتی۔ جس نے مخلوق کی حقیقت کو سمجھا گویا اس نے خالق کی معرفت حاصل کر لی۔ آپ کہیں گے کہ یہ کیسی باتیں کر رہے ہو بھائی! آسمان زمین، پہاڑ، چاند، ستاروں اور جانوروں میں غور کرنے سے اور اس حقیقت تک رسائی حاصل کرنے سے انسان اللہ کو کیسے جان لے گا، اس کی معرفت کیسے حاصل کر لے گا تو میں کہوں گا بھائی! ایسا ہی ہے۔ کیا تم کسی کے گھر جاتے ہو اور اس کے گھر کی سجاوٹ اور طرح طرح کے میوہ جات اور انواع واقسام کے اشیاءِ خوردنی سے اندازہ نہیں کر لیتے کہ اس گھر میں رہنے والوں کا لیبل کیا ہے۔ ایسا ہی یہ دنیا اللہ کی بنائی ہوئی ہے، یہ پوری سجاوٹ اسی حکیم مطلق کی ہے۔ آسمان کی حقیقت یعنی اس کی لمبائی اس کی چوڑائی اور اس کا کسی ستون پر کھڑا نہ ہونا کیا ہمیں یہ نہیں بتائے گا کہ وہ کیسی عظمت والا ہے جس نے اسے بنایا۔ زمین کی خصوصیات، اس کی خشکی اور زرخیزی کو دیکھ کر کیا اس کی کبریائی نہ بیان ہوگی جس نے کہ اسے بنایا، ضرور ہوگی۔ یہ سب آیتیں ہیں یعنی نشانیاں ہیں اللہ کی ربوبیت پر۔ کیا کبھی ہم نے آیت کے طور پر اس میں غور کیا؟ جبکہ اللہ بندوں کو غور کرنے کا حکم دیتا ہے کہ بندہ جب غور کرتا ہے یعنی فکر کرتا ہے تو فطری طور پر ذکر پیدا ہوتا ہے اور جس کے دل میں اللہ کا ذکر پیدا ہو گیا گویا کہ اس نے

مردار دنیا کو خیر آباد کہہ دیا اور اس نے اللہ کو پہچان لیا:

ہر ذرہ چمکتا ہے انوار الٰہی سے
ہر سانس یہ کہتی ہے ہم ہیں تو خدا بھی ہے

یہ رنگ گل و شبنم مطلب سے نہیں خالی
اک پردہ لیے کوئی دیتا ہے پیام اپنا

یہ نماز، یہ روزے، یہ حج اور یہ زکوۃ صرف اسی ذکر کے لیے ہے یعنی اللہ کو یاد کرنے کے لیے ہے جو مختلف شکلوں میں ایک قانون کی شکل میں بندوں پر فرض کیا گیا ہے۔ بندے کے دل میں جب یہ حقیقت رچ بس جاتی ہے کہ فاعل حقیقی صرف وہی ایک ذات ہے تو پھر وہ اپنے ہر حرکات وسکنات کو اسی کی جانب سے سمجھتا ہے اور اس طرح وہ خود کو فراموش کر دیتا ہے اور برملا یہ کہتا ہے:

سعید اللہ ہے اب میں کہاں ہوں
میرا نام و نشاں وہم و گماں ہے

اس معرفت کے حصول کے بعد ہی ہماری عبادت، عبادت ہوتی ہے۔ پھر ہم اس حدیث کے مطابق ہو جاتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) احسان کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم عبادت اس طرح کرو گویا کہ اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ یقین رہے کہ اللہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

ایمان کا اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا۔ اب ذرا سوچیں کہ جو شخص اللہ کو دیکھ رہا ہو اس کی عبادت کیسی ہوگی، کیا اس عبادت میں دکھاوا پایا جائے گا، کیا وہ عبادت ایسی ہوگی جو مقبول نہ ہو، کیا وہ عبادت جسم کی بیماری دور کرنے کے لیے یا ورزش کے طور پر ہوگی نہیں ہرگز نہیں...وہ عبادت تو خالصتاً اللہ کے لیے ہوگی۔ یہی وہ عبادت ہے جو مطلوب ہے۔

اگر ایسا نہ ہو تو کم از کم یہ تصور رہے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور خاص کر نماز میں یہ خیال آئے کہ وہ دیکھ رہا ہے، زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت خیال آئے کہ وہ دیکھ رہا ہے، روزے کی حالت میں خیال آئے کہ وہ دیکھ رہا ہے اور یہ نہیں کہ وہ صرف ہماری ظاہری نقل وحرکت کو ہی دیکھ رہا ہے بلکہ یہ یقین رہے کہ جو خیال دل میں گزر رہا ہے اللہ اسے بھی دیکھ رہا ہے۔

اے میرے بھائی! زندگی محدود ہے، اللہ نے رمضان جیسا مبارک و مسعود مہینہ عطا کیا آیئے آج ہی سے یہ پریکٹس شروع کر دیں کہ اللہ ہمیں ہر حال میں دیکھ رہا۔ امکان کی حد تک نہیں بلکہ یقین کی حد تک ہم یہ خیال جمائیں کہ اس ایک مہینے کی پریکٹس کے بعد ہماری حالت یہ ہو جائے کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں، اللہ بندوں کے گمان کے قریب ہوتا ہے۔ نیکی میں جلدی کریں، اس دنیا کی حقیقت کو پہچانیں جو بندوں کو اپنے پیدا کرنے والے سے غافل کر دیتی ہے۔ ہوشیار بنیں! سمجھدار بنیں! اور اپنے پیدا کرنے والے کی معرفت حاصل کرنے کے لیے جدو جہد شروع کر دیں، اسی میں کامیابی و کامرانی ہے۔

سورۂ قدر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

اِنَّـا اَنْـزَلْـنَـاهُ فِـي لَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَمَاۤ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْـقَدْرِ، لَيْلَةُ الْقَدْرِ، خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰۤئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ، سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ." (سورۂ قدر)

ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا، اور تم نے کیا جانا کہ شب قدر کیا ہے، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے، یہ سلامتی والی رات ہے صبح ہونے تک۔

اس سورہ کے نزول کے تعلق سے دو اقوال ہیں:

۱۔ مکہ مکرمہ میں نزول ہوا۔

۲۔ مدینہ منورہ میں نزول ہوا۔

سورۂ قدر میں جن امور کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ قرآن مقدس کا نازل ہونا۔

۲۔ شب قدر کا ہزار مہینوں سے بہتر ہونا۔

۳۔ شب قدر میں فرشتے اور جبریل کا اترنا

۴۔ صبح ہونے تک سلامتی کی دعا و استغفار کرنا

نزول قرآن

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"حٰمٓ، وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ، اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ." (دخان:۳-۱)

ترجمہ: کتاب مبین کی قسم ہم نے قرآن کریم کو برکت والی رات میں نازل کیا۔

اس میں کتاب مبین سے مراد قرآن مقدس ہے۔

تفسیر حسینی میں ہے:

قرآن کریم کے نزول کی ابتدا شب قدر میں ہوئی، یا یہ کہ مکمل کلام الٰہی کا نزول لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر شب قدر میں نازل ہوا، اور اسے بیت العزت میں رکھ دیا گیا اور پھر حضرت جبریل علیہ السلام ضرورت کے مطابق ایک ایک آیت یا ایک ایک سورہ ۲۳ سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دنیا میں لاتے رہے۔ (ت)

لیلۃ القدر

'لیل' کا معنی ہے رات اور 'قدر' کا معنی ہے عزت وعظمت اور شرف و بزرگی تو اب "لیلۃ القدر" کے معنی ہوئے عزت وعظمت اور شرف والی رات۔

اس رات کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ اس رات قرآن مقدس جیسی عظیم کتاب انسانوں کی ہدایت کے لیے اتاری گئی، پھر تجلیات الٰہی کا نزول اس کی بزرگی اور برتری کو بتاتا ہے، صاحب عرائس البیان لکھتے ہیں:

تِلْكَ اللَّيْلَةُ مِنْ كَشْفِ جَمَالِهٖ لِلْعَارِفِيْنَ، وَاَهْلِ شُهُوْدِهٖ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ، قَدَّرَ مَنَازِلَهُمْ فِي مَقَامِ الْمَعَارِفِ وَالْكَوَاشِفِ، وَقَدَّرَ مَقَادِيْرَ الْغُيُوْبِ، وَاَبْرَزَ اَنْوَارَ مَلَكُوْتِهٖ

وَجَبَرُوتِہٖ لِاَھْلِ الْقُلُوبِ،لِذٰلِکَ تَنزَّلُ الْمَلَائِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِی تِلْکَ اللَّیْلَۃِ،یُبَشِّرُوْنَھُمْ بِالْوِصَالِ، وَکَشْفِ الْجَمَالِ اَبَداً.'' (ص:۵۱۹)

یعنی اس رات میں عارفین اور مقربین پر اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی ظاہر ہوتی ہے اور کشف و معرفت کے مقام و مرتبے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ ان کے منازل متعین فرماتا ہے اور ان پر بہت ساری پوشیدہ باتیں کھول دیتا ہے، اہل دل پر اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت کے انوار واضح ہوتے ہیں، یہی سبب ہے کہ فرشتے اور حضرت جبریل اس رات میں اترتے ہیں اور انھیں وصال اور ہمیشگی کے جمال کی بشارت دیتے ہیں۔

فرشتوں کا اترنا

امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں:

''تَنَزَّلُ الْمَلَائِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ''

سے معلوم ہوا کہ حضرت جبریل کے ساتھ تمام فرشتے اللہ رب العزت سے اجازت طلب کرتے ہیں اور جب انھیں اجازت مل جاتی ہے تو قطار در قطار صف باندھے ہوئے زمین پر اترتے ہیں اور یہ عمل مومنین سے ان کی محبت کو ظاہر کرتا ہے۔

فرشتوں کے اترنے کی حکمتیں تو بہت ہیں لیکن ان میں جو اہم معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے، بقول امام رازی:

انسان کی عادت ہے کہ وہ علما اور صالحین کے سامنے زیادہ خشوع اور خضوع سے عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس رات فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ اے انسانو!

تم عبادت گزاروں کی مجلس میں زیادہ عبادت کرتے ہو، آؤ! اب فرشتوں کی مجلس میں خشوع اور خضوع سے عبادت کرو۔ (تبیان القرآن)

ہر امر کے لیے سلامتی

''مِنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلَامٌ'' کے تحت آیا ہے کہ:

لَمَّا بَشَّرَھُمْ بِاَعَالِی الدَّرَجَاتِ وَسَنَی الْکَرَامَاتِ وَسَلَامَتِھِمْ مِنْ جَمِیْعِ الْبَنِیَّاتِ،یُسَلِّمُ عَلَیْھِمْ وَ یُصَافِحُھُمْ، لِتَصِلَ بَرَکَاتُ بَعْضِھِمْ اِلٰی بَعْضٍ. (عرائس البیان)

یعنی مومنین کو بلند رتبے اور عظیم بزرگی اور تمام نقصان دہ چیزوں سے سلامتی کی بشارت دی جاتی ہے، فرشتے مومنین کو سلام کرتے ہیں اور اُن سے مصافحہ کرتے ہیں تاکہ اس رات کی برکتیں ایک دوسرے تک بخوبی پہنچ جائیں۔

امام رازی فرماتے ہیں: فرشتوں کا سلام کرنا، سلامتی کا ضامن ہے۔ سات فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا تھا تو ان پر نمرود کی جلائی ہوئی آگ سلامتی کا باغ بن گئی تھی۔ شب قدر کے عابدین کو جب انگنت فرشتے آکر سلام کرتے ہیں تو یہ امید کیسے نہ کی جائے کہ جہنم کی آگ مومنین پر بھی سلامتی کا باغ بن جائے گی۔ (تبیان القرآن)

مزید برآں یہ رات سراپا سلامتی والی ہے، فرشتے رات بھر بندگان خدا پر سلام بھیجتے رہتے ہیں، مثلا: فرشتوں کی ایک فوج جاتی ہے تو دوسری آتی ہے اور اس طرح تانتا بندھا رہتا ہے۔

اور یہ عمل فجر ہونے تک جاری رہتا ہے، اسی کو ظاہر کرنے کے لیے فرمایا گیا: '' ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ.''

ایسا نہیں ہے کہ رات کے ایک حصے میں فرشتے آتے ہیں اور چلے جانے کے بعد پھر نہیں آتے بلکہ رات کے ہر حصے میں فرشتوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔

☆☆☆

روزہ احادیث کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں روزہ ایک اہم عبادت ہے جو بندوں پر انعام الٰہی بھی ہے اور باطن کو پاک کرنے کا ایک روحانی ذریعہ بھی، اس تعلق سے بے شمار احادیث کریمہ مروی ہیں، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِی الْجَنَّةِ ثَمَانِیَةُ أَبْوَابٍ فِیهَا بَابٌ یُسَمَّی الرَّیَّانَ لَا یَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: جنت میں داخلے کے لیے آٹھ دروازے ہیں اور ان میں سے ایک دروازے کا نام ''ریّان'' رکھا گیا ہے، اس دروازے سے روزہ داروں کے سوا دوسرا کوئی داخل نہیں ہو سکے گا۔

یعنی روزہ داروں کی یہ انفرادیت ہے کہ جنت میں ان کے لیے ایک مخصوص دروازہ ہے، جس سے روزہ داروں کے علاوہ کسی کو داخلے کی اجازت نہ ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

آدمی کے ہر نیک عمل کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے اس طرح کہ ایک نیکی کے برابر دس، ویسی ہی دس سے لے کر سات سو گنا تک، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ خاص میرے ہی لیے ہے اور میں ہی اس کا صلہ دوں گا یعنی جس طرح اور جتنا زیادہ چاہوں گا روزے کا انعام خود ہی دوں گا، کسی خاص قانون وضابطے کے حوالے نہیں کروں گا، کیوں کہ میرا روزہ دار بندہ خالص میرے حکم کی پیروی، رضا وخوشنودی اور ثواب کے لیے اپنی خواہش نفس اور اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے پروردگار سے ملنے کے وقت۔

اور بالیقیں روزہ دار کے منھ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ ڈھال ہے یعنی روزے کے سبب بندہ دنیا میں شیطان کی شرارتوں اور حملوں سے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچتا ہے، چنانچہ جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو وہ نہ فحش باتیں کرے، نہ بے ہودگی کے ساتھ چلّائے، نہ لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آئے، اگر کوئی دوسرا اس سے گالی گلوج کرے یا اس سے لڑنا جھگڑنا چاہے تو وہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ (بخاری ومسلم)

جس عمل کا بدلہ خود خالق کائنات دے اور جس عمل کے سبب اللہ کا دیدار ہو جائے، اس کی عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے، لیکن یاد رہے کہ روزے کا یہ عمل ہر برائی سے پاک ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلصِّیَامُ وَالْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

يَقُولُ الصِّيَامُ أَيْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ وَيَقُولُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ قَالَ فَيُشَفَّعَانِ. (مسند احمد)

ترجمہ: روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندے کی شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا: اے میرے مالک! میں نے اس بندے کو کھانے، پینے اور دوسری مرغوب چیزوں یعنی ازدواجی عمل اور غیبت وغیرہ سے دن میں روکے رکھا، میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما۔

اور قرآن کہے گا: اے میرے مالک! میں نے اس بندے کو (تلاوت کے سبب) رات میں سونے سے دور رکھا، میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما، پس ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا فِي رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ مَرَضٍ وَلَا رُخْصَةٍ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ وَإِنْ صَامَهُ. (مسند احمد)

ترجمہ: جو شخص شرعی اجازت کے بغیر اور بیماری وغیرہ یا کسی عذر کے بغیر رمضان کے ایک دن کا بھی روزہ (جان بوجھ کر) چھوڑ دے تو ساری عمر کے روزے بھی اس کا بدلہ نہیں ہوسکیں گے اگر چہ وہ ساری عمر روزہ رکھے۔

یہ حدیث ان لوگوں کے لیے عبرت کا باعث ہے جو بلا عذر روزہ چھوڑتے ہیں یا رمضان آتے ہی طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے روزہ چھوڑنے کا گناہ کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الظَّمَأُ وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ.

(ترمذی)

ترجمہ: بہت سے روزہ دار ایسے بھی ہیں جن کو بھوکا پیاسا رہنے کے سوا، روزے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے قیام کرنے والے ایسے ہوتے ہیں جن کو رات میں جاگنے کے سوا، قیام سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

یعنی جو انسان دن میں روزہ رکھے اور رات میں نماز قائم کرے، لیکن اس کا یہ عمل نہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو، اور نہ وہ گناہوں سے پرہیز کرتا ہو تو بیکار ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ، وَزَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ.

(ابن ماجہ)

ترجمہ: ہر چیز کے واسطے زکوۃ ہے اور بدن کی زکوۃ روزہ رکھنا ہے۔

یعنی جس طرح مال کی زکوٰۃ نہ نکالنے سے مال پاک نہیں ہوتا اسی طرح روزہ نہ رکھنے سے روح کی تازگی اور بدن کی پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ روزے کی برکات اور نوارنیت سے بھر پور حصہ عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین)

مولانا محمد یعقوب علی خان
امام وخطیب مسجد خلیل اللہ

دعائیں

نیت روزہ

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ لِلّٰہِ تَعَالیٰ مِنْ صَوْمِ رَمْضَانَ ھٰذَا

اللہ کے لیے میں اس رمضان کا روزہ رکھنے کی نیت کرتا ہوں۔

دعائے افطار

اَللّٰھُمَّ اِنِّی لَکَ صُمْتُ وَ بِکَ اٰمَنْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ.

اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تجھ ہی پر ایمان لایا اور تجھ ہی پر بھروسہ کیا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا۔

دعائے تراویح

سُبْحٰنَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَ الْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَ الْعَظْمَۃِ وَالْھَیْبَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِی لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلٰئِکَۃِ وَالرُّوْحِ. اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ.

پاکی ہے بزرگ و برتر بادشاہ کی، پاکی ہے ملک اور ملکوت والے کی، پاکی ہے عزت، عظمت وہیبت، قدرت، کبریائی اور زبردست قوت والے کی، پاکی ہے اس بادشاہ کی جو زندہ ہے جسے نہ نیند آتی ہے اور نہ ہی موت، وہ خوب خوب پاک ہے، ہمارا، فرشتوں اور روح کا پروردگار ہے، اے اللہ! ہمیں جہنم کی آگ سے نجات دے، اے نجات دینے والے، اے نجات دینے والے۔

روزے کی حقیقت

جامع شریعت وطریقت حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۹۲۲ھ) نویں صدی ہجری کے عظیم صوفی اوراعلیٰ صفت درویش گذرے ہیں۔انھوں نے ساتویں صدی ہجری کے مشہورومعروف رسالہ ''الرسالة المكية'' کی عالمانہ اورعارفانہ شرح لکھی اوراس کا نام ''مجمع السلوک'' رکھا جوکل بھی شریعت وطریقت کا عطرمجموعہ اور سالکین وطالبین کے لیے دستورالعمل تھااورآج بھی تصوف کا انمول خزانہ ہے۔اس کے ترجمے اورتحقیق وتخریج کا عمل مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی انجام دے رہے ہیں،اسی سے چند منتخب اقتباسات پیش ہیں جوروزے سے تعلق رکھتے ہیں۔　**ادارہ**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ:

''تُوضَعُ الْمَوَائِدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِلصَّائِمِيْنَ يَأْكُلُوْنَ وَالنَّاسُ فِي الْحِسَابِ يَقُوْلُ جَلَّ جَلَالُهُ: اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا أَجْزِيْ بِهِ.'' یعنی قیامت کے دن روزہ داروں کے لیے دسترخوان سجایا جائے گا اور جب لوگ حساب میں ہوں گے اس وقت وہ لوگ اس دسترخوان سے کھانے میں مصروف ہوں گے،اس وقت اللہ جل جلالہ ارشادفرمائے گا روزہ میرے لیے ہےاور میں ہی اس کی جزادوں گا۔

خزانۂ جلالی میں لکھا ہے کہ حضرت سیدالسادات جلال الدین بخاری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ایمان کے بعد دو باتوں سے بہتر کوئی بات نہیں ہے ،ایک بھوکے کوکھانا کھلانا اور دوسرا سیر شکم کوبھوکا رکھنا یعنی روزہ رکھنا۔

تَجَوَّعْ فَاِنَّ الصَّوْمَ مِنْ عَلَمِ التُّقٰى
وَاِنَّ كَثِيْرَ الْجَوْعِ يَوْماً سَيُشْبَعُ

ترجمہ:روزہ رکھواس لیے کہ روزہ متقیوں کی نشانی ہے اورخوب روزہ رکھنے والا عنقریب شکم سیر ہوگا۔

بعض مشائخ صوفیہ قدس اللہ ارواحہم فرماتے ہیں:

''اَلْجَوْعُ طَعَامُ اللهِ فِي الْاَرْضِ يَشْبَعُ بِهِ الْمُرِيْدِيْنَ وَلَوْبِيْعَ فِي الْاَسْوَاقِ لَاشْتَرَيْتُهُ بِالدُّنْيَا كُلِّهَا.''

ترجمہ: بھوک روئے زمین میں طعام الٰہی ہے جس سے وہ صاحب ارادت حضرات کوسیر فرماتا ہے،اگر یہ بازار میں ملتا تومیں اسے پوری دنیا کے عوض خرید لیتا۔

حضرت سیدالسادات جلال الدین بخاری قدس سرہٗ نے یہ بھی فرمایا کہ:روزہ کے چار فائدے ہیں:

۱۔خاموشی ۲۔فکر ۳۔معرفت ۴۔محبت

اے عزیز!روزہ کا مقصد نفس کوبھوکا رکھنا ہے،تاکہ وہ مقہور ہوجائے اورنفس بھوکا رہنے سے جتنا مقہور اورزیر ہوتا ہے کسی اور چیز سے نہیں ہوتا،اس راہ میں بھوک برداشت کرنا ایک عظیم اصل وبنیاد ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''ضَحْكُ الْجَائِعِ خَيْرٌ مِنْ بُكَاءِ الشَّبْعَانِ.''

ترجمہ: بھوکے کی ہنسی شکم سیر کے رونے سے بہتر ہے۔

اورایک بزرگ فرماتے ہیں:جب سے اسلام لایا تب

سے میں نے اپنے گھر میں ایک دن اور ایک رات کا کھانا جمع کر کے نہیں رکھا شکم سیر ہو کر نہیں کھایا، اس لیے کہ شکم سیری کی کنیت ابوالکفر ہے۔

اس فقیر کے پیر دستگیر یعنی مخدوم شاہ مینا قدس اللہ روحہ بار ہا یہ شعر پڑھتے:

جوع طعام خویش کن تا بہ قبول حق رسی
چونکہ قبول حق شدی باہمہ خلق ناز کن

ترجمہ: بھوک کو اپنی خوراک بنالو تاکہ حق تعالیٰ کی بارگاہ کے مقبول ہو جاؤ، اور جب حق تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبولیت حاصل ہو جائے، اس وقت اس شرف پر ساری مخلوق کے سامنے ناز کا مظاہرہ کرو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''كَمْ مِنْ صَائِمٍ حَظُّهُ الجوُعُ وَالعَطَشُ.''

ترجمہ: بہت سے روزہ دار ایسے بھی ہیں جن کو بھوکے پیاسے رہنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی شرح میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ایسا انسان ہے جو دن بھر بھوکا پیاسا رہتا ہے اور شام کو حرام چیز سے افطار کرتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ایسا انسان مراد ہے جو دن بھر روزہ رکھتا ہے اور پھر غیبت کے ذریعے لوگوں کے گوشت سے افطار کرتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ایسا انسان مراد ہے جو اپنی نگاہ نیچی نہیں رکھتا اور مخلوق سے اپنی زبان کو محفوظ نہیں رکھتا۔

اے عزیز! روزے کے تین درجے ہیں:

۱۔عوام کا روزہ یہ ہے کہ وہ کھانے پینے اور جماع سے باز رہتے ہیں۔

۲۔خواص کا روزہ یہ ہے کہ وہ کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان اور دوسرے تمام اعضا کو گناہوں سے باز رکھتے ہیں اور ان کے کسی عضو سے کوئی گناہ وجود میں نہیں آتا، تب جا کر ان کے نزدیک روزہ، روزہ کہلاتا ہے۔

۳۔اخص الخواص کا روزہ یہ ہے کہ وہ اپنے دل کو دنیا اور دنیا کے تمام کاموں سے باز رکھتے ہیں اور اپنے رب کے سوا ہر چیز سے بالکلیہ اپنا پلو جھاڑ لیتے ہیں تو جس شخص کا روزہ ایسا ہو اس کے روزے کو اللہ کے نزدیک اعلیٰ مقام و مرتبہ حاصل ہوگا اور ایسے روزہ دار کے بارے میں ہے کہ:

'' نَوْمُ الصَّائِمِ عِبَادَةٌ وَنَفَسُهُ تَسْبِيحٌ.''

ترجمہ: روزہ دار کا سونا بھی عبادت ہے اور اس کی ہر سانس تسبیح الٰہی ہے۔

البتہ وہ شخص جو عوام کا روزہ رکھتا ہے اور اپنے اعضا کو گناہوں سے باز نہیں رکھتا، وہ اللہ کے نزدیک بے روزہ ہے اور اپنے خیال میں روزہ دار ہے۔

منتخب الحقائق میں ہے کہ روزہ دو طرح کا ہوتا ہے، ایک کھانے پینے سے رکنا اور دوسرا مخلوق سے رکنا، چنانچہ جو کھانے سے رکتا ہے وہ کھانے سے ہی افطار کرتا ہے اور جو مخلوق سے باز رہتا ہے وہ مخلوق کے پالنہار کی خوشنودی کے ساتھ افطار کرتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ''صوم'' میں تین حروف ہیں اور ہر حرف ایک معنی کو بتلاتا ہے، چنانچہ ''صاد'' گناہوں سے نفس کی صیانت وحفاظت کو بتاتا ہے اور ''واؤ'' اعضا کی ''ولایت'' یعنی اس کو اطاعت الٰہی پر لگانے میں ہے، اور ''میـــم'' اس بات کا اشارہ ہے کہ جب تک ''موت'' نہ آجائے تب تک اس کی عبادت میں مداوت کرنی چاہئے۔

☆☆☆

اسرارالتوحید

شیخ ابوسعید فضل اللہ بن ابی الخیر محمد بن احمد میہنی علیہ الرحمۃ والرضوان پانچویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ اور نظریۂ وحدۃ الوجود کے مبلغین میں سے ایک اہم ہستی ہیں۔ان کی پیدائش ''خراسان'' کے ''میہنہ'' گاؤں میں ۳۵۷ ہجری کو ہوئی اور ۴۴۰ ہجری میں اسی جگہ وفات پائی۔''**اسرار التوحید فی مقامات ابی سعید**'' ان کی شخصیت اور ارشادات پر مشتمل ہے جو شیخ محمد بن منور نے ترتیب دی ہے۔یہ کتاب دنیائے تصوف کی مستند کتابوں میں سے ایک ہے۔اس کا ترجمہ بنام ''**اذکار السعید**'' **مولانا رکن الدین سعیدی** نے کیا ہے جسے عام افادیت کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔**ادارہ**

میں نے اس خیر کی آرزو کی کہ بادشاہ اسلام، سلطان معظم، بندگان خدا کے فریادرس، گوشہائے ملک میں سایۂ خداوندی، اللہ کے ولیوں کے خیر خواہ، خلیفہ وقت کے مددگار، دین اور دنیا کے مطالبات کی تکمیل اور تعمیل کے لیے دست تعاون دراز کرنے والے، اسلام اور اہل اسلام کی عزت وافتخار کا ذریعہ، ناقابل تسخیر ریاست کے پشت پناہ، عروج آشنا، ملت اسلامیہ کی عظمت کے امین، نسل انسانی کے لیے پیکر اصول، شریک امیر المومنین ابوالفتح محمد بن سام کی خدمت کروں اور بارگاہ سلطانی میں کوئی تحفہ پیش کروں، اللہ تعالیٰ اُن کے فرمان کو فائق اور نافذ رکھے اور اُن کی بادشاہت کو ہمیشہ کے لیے استحکام بخشے۔

یہ حقیقت سب پر واضح ہے کہ یہ دعا گو کسی بھی حال میں اس عالم اور انصاف پسند بادشاہ کی حکومت کی بقا کی دعاؤں کے لیے وراثت میں چلے آرہے مراسم کو قائم رکھنے اور شکر نعمت ادا کرنے سے غافل نہیں رہا۔حسب معمول چاہتا ہوں کہ بادشاہ معظم کی جلال گاہ اور تشریف گاہ اس مخلص دعا گو کے تحفے اور خدمت سے خالی نہ رہے جو بادشاہان عالم کی سجدہ گاہ اور سلاطین زمانہ کی بوسہ گاہ ہے۔مقصد یہ ہے کہ میرے تحفے کی زنبیل سے جب بھی دینی فوائد کا معمولی سا ٹکڑا، یا اس کے قیمتی موتیوں میں سے کوئی دلکش موتی بادشاہ کے کانوں میں پڑے تو اللہ ان کانوں کو خوش خبریوں اور نویدہائے جانفزا سے نوازے اور جب بھی بادشاہ کے مبارک مطالعہ اور معزز سلطانی نظروں سے یہ تحفہ محظوظ ومستفید ہو، تب اس عظیم بارگاہ اور فضیلت مآب مجلس میں، جو امیدوں کا کعبہ اور خوش نصیبی کا قبلہ ہے اور جو عالی مرتبت سلطان کی رائے میں ہمیشہ بلند پایہ رہے گی، مجھ دعا گو کا ذکر خیر، عزت افزائی اور تعریف وتحسین کے اظہار کے ساتھ تازہ ہو جایا کرے۔

اس لیے عرض رسا ہوں کہ جو کچھ دل کے ہاتھ لگ سکا، اُس کے ساتھ حاضر بارگاہ ہوں، ناچیز کے لوح دل پر سلطان کی خدمت کے لیے جو تحریر مرقوم ہے، اگر دنیا کے چپے چپے کو کاغذ بنا کر لکھا جائے، پھر بھی سلطان کی ہمایوں صفت بساط وحیثیت کے مقابلے میں ناقص رہے گی، کیونکہ سلطان کے رتبے کا جو احساس میرے دل میں ہے، اس جہان کا چپہ چپہ اس کے سامنے کرمانی زرہ کے ایک نقش سے زیادہ نہیں ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس دنیا کی وسعت کو بادشاہی بساط کے بالمقابل رکھنا ٹھیک ویسے ہی ہے جیسے ایک ٹڈی کا معمولی پنکھ سلیمان کے سامنے رکھا جائے۔

اس تمہید کے بعد یہ مخلص خدمت وتحفہ کا وہ نمونہ پیش کرنا چاہتا ہے جو دنیا میں بے مثال اور نایاب ہو۔میں نے اس انتخاب کو اس لیے ترجیح دی ہے کہ ایسا تحفہ اولیت کا حامل اور ادب کا قرین ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ نظریہ عظیم اور اٹل ہے کہ جتنے دنیاوی تحائف ہیں، دنیا ہی کی طرح وہ بھی فانی ہیں۔ دنیاوی تحائف کی دید اور مطالعے سے دائمی اور باقی خوش انجام

حاصل نہیں کیا جا سکتا، اگر دنیا کے کل رقبے میں اس دعا گو کے نزدیک، اس تحفے سے بہتر تحفہ ہوتا تو میں حضرت بادشاہ کی خدمت عالیہ میں بطور خدمت گزاری اس تحفے کو بھیجتا، کیونکہ وہ سلطان کی عظیم بارگاہ کے شایان شان ہوگا۔ سلطان اعظم کی تمام تر کوششیں دینی فوائد کے اکتساب پر مرکوز رہی ہیں۔(اللہ آپ کی شان کو بلند رکھے اور آپ کے استحکام کو مغلوب نہ ہونے دے) بنابریں محض دعا گو کا اعتقاد ہے کہ یہ تحفہ ضرور قبولیت کے موقع سے مستفید ہوگا، اس لیے کہ عالم بقا کے رخت سفر کے طور پر جو بھی توشۂ راہ تیار کیا جائے گا وہ لازماً مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع اور اولیاء اللہ کی سیرت کے نقش قدم کے تحت ہوگا۔ معلومات حاصل ہو جانے کے بعد یہ اتباع پوری طرح اسی طرز و آہنگ کا کیف لیے ہوگی جو اُن حضرات کی زندگی کے طریقوں کے ظاہر و باطن میں بڑی گہرائی و خلوص کے ساتھ پنہاں اور کارفرما تھی۔

جیسا کہ معلوم ہے کہ اس ناچیز کے والد، مرشد و مقتدا شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ روحہ العزیز تھے اور اس خادم نے اپنی پوری زندگی کو شیخ کے اُن مضامین ومقالات اور روحانی افادات کی جستجو میں مصروف و مرکوز کر رکھا تھا جو شریعت و طریقت سے متعلق ہیں اور اپنی لیاقت اور ممکنہ استعداد کے بقدر بارگاہ شیخ کے مریدوں اور اُن کی درگاہ کے زائرین کے افادے کی نیت سے ایک مجموعہ تیار کیا تھا، اس خیال سے کہ اس خادم سے پہلے کسی مرید نے شیخ کے مقالات وحالات اور طرز زندگی کے بارے میں مذکورہ مجموعہ سے زیادہ مفید اور مکمل کوئی مجموعہ تیار نہیں کیا ہے، اس وجہ سے عاجز نے چاہا کہ یہ تحفہ جو عظیم اور کامل الفوائد تحائف کے زمرے میں آتا ہے، بادشاہ معظم کی بارگاہ میں بھیجے، جو دنیوی بادشاہوں میں عظیم مرتبہ اور خیر و خوبی کا سرچشمہ ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قوی امید ہے، بلکہ یقین صادق ہے کہ ہمارے بادشاہ معظم جس طرح اپنے زمانے کے بادشاہوں میں عظیم المراتب بادشاہ ہیں اور اپنے معاصر حکمرانوں میں عدل و انصاف، عقیدہ و نظریہ، مذہب اور سیرت و کردار کے اعتبار سے بھی ایک پسندیدہ ترین حکمران ہیں، لہٰذا عالم بقا و دوام میں جنت عدن کے اندر بھی عظیم ترین بادشاہ کے درجے پر فائز رہیں، اس طرح کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے یہاں خصوصی تقرب اور بلندی نصیب ہو، جنت کی ریاست کے اندر آخرت کے سلاطین میں آپ فرمارواں اقبال والے سلطان ثابت ہوں، جیسا کہ صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: عادل بادشاہ کا گھڑی بھر انصاف کرنا متقی عبادت گزار کے برابر ہے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ.'' کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، اور ہمارے بادشاہ والا تبار دنیا میں رعایا کے ساتھ عدل و انصاف، کمزوروں اور زیردستوں کے ساتھ حسن سلوک اور اہل دین و اہل صلاح کے ساتھ سخاوت و مروت کے علاوہ اور کوئی منفی معاملہ نہیں کرتے، اس لیے آخرت میں یقیناً اس تخم کے برگ و بار اس کے سوا اور کوئی پھل نہ دے پائیں گے کہ بادشاہ عالی جاہ، لازوال بادشاہی کے مالک اور کامل الاقتدار، اللہ کے ہاں صدق و امان کی مسند پر جلوہ افروز ہوں گے: ''فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ.'' (قمر، آیت: ۵۵)

اللہ تعالیٰ اس دعا پرداز کی یہ امید قابل لحاظ درخواستوں میں شامل فرمالے کہ بادشاہ عالی جاہ کی بارگاہ عالیہ میں ناچیز شرف قبولیت سے مشرف فرما دیا جائے، نیز بادشاہ سلامت اس دعا گو بیچارہ کو ہر حال میں اور ہر جگہ اپنی ریاست کا خاص دعا گو یقین کرلیں اور مجھے اس حیثیت سے پہچان لیں کہ میں تمام مخلوق کی پناہ گاہ اور آستانۂ حفاظت کا درجہ رکھنے اُن کی بارگاہ سلطانی کے انعام و اکرام کا شکر ادا کرنے والا شاکر اور نوازشات سلطانی کو یاد رکھنے والا ذاکر ہوں۔

(باقی آئندہ)

رفعت رضا نوری

دانائے رموز معرفت

شاہ صفی اللّٰہ محمدی

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں حضرت مخدوم نیاز احمد عرف شاہ صفی اللہ قدس سرہ خلف اکبر حضرت شاہ عارف صفی محمدی قدس سرہ (متوفی ۱۳۲۰ھ) ایک اہم مقام رکھتے ہیں، علم وعرفان، سلوک ومعرفت، فقرودرویشی اور اصلاح وتربیت آپ کی شخصیت کے امتیازی پہلو ہیں۔

پیدائش: آپ کی پیدائش ۲۸؍رمضان ۱۳۰۵ہجری مطابق ۹؍جون ۱۸۸۸عیسوی شنبہ کے دن ہوئی۔

تعلیم وتربیت: آپ کی پرورش وپرداخت اور ابتدائی تعلیم وتربیت گھر ہی پر ہوئی، بعد میں اعلیٰ ظاہری علوم کی تحصیل کے لیے دہرہ دون اور لکھنؤ بھیجے گئے جہاں آپ بڑی دل جمعی کے ساتھ حصول علم میں مشغول رہے اور پھر باطنی علوم کی جانب متوجہ کیے گئے۔

بیعت وخلافت: کم عمری ہی میں والد ماجد سلطان العارفین حضرت مخدوم شاہ عارف صفی قدس سرہ نے آپ کو اپنے دست حق پرست پر بیعت کیا اور اجازت و خلافت بھی عنایت فرمائی۔ ابھی آپ پندرہ سال کے ہی تھے کہ ان کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور خلف اکبر ہونے کی وجہ سے بے پناہ ذمے داریاں آپ کے کاندھوں پر آگئیں مگر صاحب سر حضرت شاہ عبدالغفور معروف بہ قل ھو اللہ چشتی قدس سرہ (متوفی ۱۳۲۴ھ) جو حضرت شاہ عارف صفی محمدی قدس سرہ کے پیرومرشد تھے اور اس وقت باحیات تھے، انھوں نے آپ کی دستگیری فرمائی اور آپ نے بھی کامل اطاعت کا ثبوت پیش کیا۔

باطنی تربیت: حضرت شاہ صفی اللہ محمدی قدس سرہ نے صاحب سر حضرت قل ھواللہ چشتی قدس سرہ کے زیر سایہ روحانی تربیت پائی، چنانچہ جب تک دہرہ دون میں قیام پذیر رہے آپ بذریعہ خط وکتابت صاحب سر حضرت قل ھواللہ چشتی قدس سرہ سے مسلسل رابطے میں رہے، آپ پر اُن کی خاص توجہ بھی تھی، ایک خط میں وہ فرماتے ہیں:

’’میری ہمت شریک ہے، پیشواؤں سے امید ہے کہ اللہ تم کو علم ظاہری عنایت کرے اور ہر مہینے میں دوبار خط روانہ کیا کرو، اس میں تمہارے لیے بہت فائدے ہیں...‘‘

(تذکرۃ الاصفیاء، ج:۳،ص:۷۶۱)

اپنے دادا پیر کا اشارہ پاکر حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے اور اُن سے مزید علوم شریعت کی تحصیل کی اور تمام طرح کے علوم ومعارف میں کامل ہوئے۔

حضرت قل ھواللہ قدس سرہ کے ذریعے آپ کی باطنی اور روحانی تربیت ہوتی رہی اور ہر معاملے میں ان کی تمام تر توجہات بھی شریک حال رہیں، نیز اوراد و وظائف، ذکر وتلقین اور ریاضت ومجاہدات میں ہمیشہ آپ اُن کی طرف رجوع فرماتے رہے، لیکن اسی درمیان حضرت سلطان العارفین کے پردہ فرمانے کے ساڑھے چار سال بعد صاحب سر حضرت قل ھواللہ چشتی کا بھی وصال پرملال ہوگیا۔ اس سانحے نے آپ کو شدید آزمائش میں مبتلا کردیا، کیوں کہ والد ماجد کے بعد یہ دوسرا دل ہلانے والا واقعہ تھا۔

اس واقعے کے بعد آپ مکمل خانقاہ نشین ہو گئے اور خانقاہ کی تعمیر و ترقی اور مخلوق کی تربیت و اصلاح میں وقت زیادہ گذارنے لگے مگر جب بھی وقت ملتا بارہ بنکی جا کر صاحب سر حضرت قل ھو اللہ شاہ چشتی قدس سرہ کے صاحب زادگان، حضرت مشہود صفی، حضرت محراب صفی اور حضرت شمشاد صفی قدست اسرارہم سے اکتساب فیض فرماتے۔ صاحب زادگان میں حضرت شمشاد صفی قدس سرہ سے آپ کو زیادہ نسبت تھی، اُن سے آپ کو باطنی تعلیم و تلقین بھی حاصل تھی، براہ راست بھی اور خط و کتابت کے ذریعے بھی۔

اخلاق و معمولات: اوصاف و کمالات میں آپ کی ذات بزرگوں کا نمونہ تھی، فقر و درویشی، سخاوت و استقامت میں یگانہ تھی، بے عملوں اور گمراہوں کی ہدایت، محتاجوں اور بے یاروں کی دستگیری اور دوسروں کی اصلاح و فلاح کے لیے حریص واقع ہوئے تھے۔ حضرت قل ہو اللہ شاہ چشتی قدس سرہ کے روضے کی تعمیر میں آپ نے اپنی اہلیہ کے زیورات تک فروخت کر کے خرچ کر دیے، گھر میں فاقے پر فاقہ رہتا مگر کسی کو بھنک بھی نہ لگنے دیتے، وہیں دوسری طرف سلسلے کے متوسلین اور مہمانوں کی مہمان نوازی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، یہاں تک کہ قرض لے کر مہمان نوازی کرتے، لیکن نذر و نیاز میں جو تحفے تحائف آتے اس سے آپ فوراً قرض ادا کر دیتے۔

لباس کے معاملے میں کسی خاص وضع کے پابند نہ تھے، طبیعت میں حق پسندی اور حق گوئی کا عنصر بے پناہ تھا، آپ کا قال اور حال دونوں یکساں تھا، اخلاص و احسان کے مظہر تھے اور دوسروں میں بھی یہی صفت پسند کرتے تھے۔ شہرت و ناموری اور حب جاہ و حشمت سے کوئی رشتہ نہ تھا۔ عاجزی و انکساری اتنی تھی کہ بلا ضرورت خود کو سجادہ نشیں ظاہر نہیں کرتے تھے، تاج خلافت کبھی سر پر نہیں رکھا، جب تاج طشت میں پیش کیا جاتا تو آپ اُس کو بوسہ دے کر رکھ دیتے تھے، فرائض و واجبات، نوافل اور وظائف کے بڑے پابند تھے، اولیائے کرام سے حد درجہ محبت تھی، گفتگو میں برابر اُن کے اقوال بطور سند پیش کرتے تھے، حصول برکات کے لیے فاتحہ اور نذر و نیاز بھی کرتے تھے، حضرت سلطان العارفین شاہ عارف صفی قدس سرہ کا عرس اور مراسم عرس نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے تھے۔

مذکورہ اوصاف و کمالات آپ کی دل آویز شخصیت کے وہ عناصر ہیں جو اسلاف کی یاد دلاتے ہیں۔

سماع کا ذوق: سماع کا بے حد ذوق رکھتے تھے، ہمیشہ عالم وجد و سرور میں رہتے اور ہمہ وقت آنکھوں سے آنسو جاری رہتا حتی کہ ریش مبارک تر ہو جاتی۔

تبلیغ و خدمات: حضرت سلطان العارفین عارف صفی قدس سرہ کی وفات کے بعد آپ تقریباً نصف صدی تک باحیات رہے، اس بیچ آپ نے اپنے مرشد کے طریقے پر لوگوں کو اللہ سے جوڑنے، اُن کا رشتہ مضبوط کرنے میں مشغول رہے، صبر آزما حالات اور مخالفتوں کے طوفان میں بھی آپ نے بزرگوں کی روحانی نعمتوں کی بڑے جتن سے حفاظت کی اور حسینی کردار کا مظاہرہ فرمایا۔

قرآن و سنت کا پیغام، قلوب و اذہان کی طہارت و تطہیر، مخلوق کی خدمت اور اسلام کے پیغام امن و مساوات کو پھیلانے کی جو روایت آپ تک منتقل ہوئی تھی آپ نے اس کو دوسروں تک پہنچا کر دم لیا۔ اپنے خلفا کے ذریعے دعوت و اصلاح کے روحانی مشن کو مزید تاب و توانائی عطا کی، آپ سے سلسلہ عارفیہ جو ایک تناور درخت بن چکا تھا، اس کی جڑیں مزید مضبوط ہوئیں اور اس کی شاخیں پھیلتی چلی گئیں۔

آپ کے بعد آپ کے خلفا نے مختلف جگہوں پر اصلاح وتربیت اور مخلوق کی تطہیر وتزکیے کا کام بحسن وخوبی انجام دیا ہے، ان میں تقریباً سبھی اپنے اپنے علاقے کے تاج دار اور باطنی معاملات میں کامل ومکمل تھے۔

ہجرت اور وطن واپسی

۱۹۴۷ عیسوی میں ہجرت کا نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ شروع ہوا، جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا اور نہ چاہتے ہوئے بھی مسلمان امرا، روسا، علما، دانش وران اور مشائخ کرام کو پاکستان ہجرت کرنا پڑا۔ ۱۹۵۰ عیسوی میں آپ بھی اپنے چھوٹے بھائی حضرت احمد صفی اور بڑے صاحب زادے حضرت حکیم آفاق احمد صاحبان کو خانقاہ عالیہ عارفیہ کی تمام تر ذمے داریاں سونپ کر پاکستان کے شہر کراچی ہجرت کر گئے۔ لیکن ۱۹۵۳ عیسوی میں آپ دوبارہ مادر وطن تشریف لائے اور تقریباً ایک سال قیام کرنے کے بعد دوبارہ ۱۹۵۴ عیسوی میں پاکستان جانے کا ارادہ کیا اور اجازت کی غرض سے اپنے پیر ومرشد حضرت سلطان العارفین عارف صفی قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضری دی اور یہ شعر پیش کیا ؎

خوب کی سیر چمن پھول چنے شاد رہے
باغباں جاتا ہوں گلشن ترا آباد رہے

اس کے جواب میں فوراً القا ہوا ؎

بسفر رفتنت مبارک باد بسلامت روی وباز آئی

(تذکرۃ الاصفیاء، ج:۳،ص:۵۱۲)

گویا آپ کے پیر ومرشد نے اپنے تصرفات کو اختیار کرتے ہوئے یہ بشارت دی کہ آپ کی آخری آرام گاہ یہی سرزمین ہوگی۔ چنانچہ ۱۹۵۴ عیسوی میں جب آپ ہندوستان واپس تشریف لائے تو پھر پاکستان جانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا، البتہ آپ کے تین صاحب زادے اور ایک صاحبزادی پاکستان میں ہی رہ گئے۔

وصال پر ملال

پاکستان سے واپسی کے بعد دعوت واصلاح کی غرض سے آپ ٹاٹا نگر بہار تشریف لے گئے جہاں پر ایک محسن مریدہ نے آپ کو زمزم شریف سے دھلا ہوا کفن نذر کیا، اس تعلق سے درویش نجف علیمی بیان کرتے ہیں:

''آپ اس (کفن) کو اپنے ہمراہ لائے ایک روز فرمانے لگے، معلوم ہوتا ہے کہ میرا وقت اب قریب ہے، کفن کا انتظام ہو رہا ہے۔ جملہ حاضرین مجلس اس بات کو سن کر بہت ہی دل گرفتہ ہوئے۔'' (تذکرۃ الاصفیاء، ج:۳،ص:۲۲۲)

زندگی کے آخری دنوں میں طبیعت کی ناسازی بڑھتی گئی، ان دنوں آپ بیگم سرائے حضرت علیم اللہ شاہ قدس سرہ کی خانقاہ میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت حکیم آفاق صاحب، حضرت ریاض احمد عرف شاہ احمد صفی قدس سرہ خلف اصغر و جانشیں دوم، نیز حضرت علیم اللہ صاحب کے صاحبزادے حضرت مزمل صفی عرف مشتاق احمد قدس سرہ نے آپ کی خدمت اور علاج ومعالجے میں ہر ممکن کوشش کی مگر ایک محبّ وعاشق کے لیے لقا اور وصال محبوب سے بڑھ کر کون سی دوا ہو سکتی تھی۔

چنانچہ ۲۸ر شعبان المعظم ۱۳۷۴ ہجری مطابق ۲۲ر اپریل ۱۹۵۵ عیسوی میں آپ نے اس دار فانی کو الوداع کہا اور خانقاہ عالیہ عارفیہ سید سراواں الہ آباد میں مدفون ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

☆☆☆

شاهد رضا ازهری

رمضان کے فضائل

اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے ہم مسلمانوں کو رمضان جیسا رحمت و برکت، بخشش و مغفرت اور جہنم سے آزادی والا مہینہ عطا فرمایا، تا کہ اس مہینے میں ہم اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور بارگاہ الٰہی میں استغفار کریں، کیونکہ توبہ واستغفار اور عجز وانکساری کو اللہ پسند فرماتا ہے اور وہی توبہ واستغفار قبول فرمانے والا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَتُوْبُوا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعاً اَیُّهَ الْمُؤمِنُونَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُونَ. (نور،۳۱)

ترجمہ: اور اے مسلمانو! سب کے سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو، اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

اگر انسان اس کے باوجود ہدایت ورحمت سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور لطف وعنایت کے چشمے سے سیراب نہیں ہوتا تو یہ اس شخص کا نقص اور محرومی ہے، ایسے ہی کسی نے ماہ رمضان تو پایا، لیکن وہ اس بافیض مہینے سے اپنا حصہ حاصل نہیں کر سکا تو یہ اس کی محرومی اور بدقسمتی ہے، کیونکہ اس مقدس مہینے میں ہمہ وقت رحمت الٰہی کا نزول ہوتا رہتا ہے، خود قرآن کریم کا نزول بھی اسی مبارک مہینے میں ہوا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِی اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدیٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ. (بقرۃ:۱۸۵)

ترجمہ: رمضان کا وہ مقدس مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا، جو لوگوں کے لیے ہدایت اور روشن دلیل ہے اور حق وباطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے، لہٰذا تم میں سے جو شخص اس مہینے میں موجود ہو تو ضرور اس ماہ کے روزے رکھے۔

رمضان کا معنی

رمضان کا لفظ ''رمض'' سے بنا ہے، جب کوئی چیز سخت گرمی کی وجہ سے جل کر خاکستر ہو جاتی ہے تو اُسے ''الرمضاء'' کہا جاتا ہے اور ''رمضا'' سورج کی تیز دھوپ کو بھی کہتے ہیں، جس طرح تیز دھوپ میں بدن جلتا ہے اسی طرح رمضان میں گناہ جل جاتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان بندوں کے گناہوں کو جلا دیتا ہے۔

رمضان کا استقبال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ رہی ہے کہ آپ رمضان مبارک کا بے حد اہتمام کیا کرتے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افطار نہیں کریں گے، آپ شعبان ہی سے روزہ رکھنا شروع فرماتے اور اس کو رمضان سے ملا دیتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ رمضان کے بعد کس مہینے کے روزے سب سے افضل ہیں؟ آپ نے فرمایا: شعبان کے روزے، رمضان کی تعظیم کی وجہ سے، پھر پوچھا گیا: کون سا صدقہ سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: رمضان میں صدقہ کرنا۔ (ترمذی، ج:۳، ص:۵۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مہینوں سے زیادہ شعبان کا روزہ رکھنا پسند تھا، پھر اپنے اس روزے کو رمضان سے ملا دیتے تھے۔ (ابوداؤد، ج:۲،ص:۲۹۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل واضح کرتا ہے کہ آپ رمضان کے استقبال کا حد درجہ اہتمام فرماتے تھے لیکن افسوس کہ دور حاضر میں مسلمان استقبال رمضان تو دور، تعظیم رمضان سے بھی بڑی بے رغبتی کا اظہار کرتے ہیں۔

ایک وقت وہ تھا جب صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بطور خاص استقبال رمضان کا اہتمام کرتے تھے، لیکن آج معاملہ بالکل برعکس ہے، اس کا واحد سبب یہ ہے کہ آج قوم مسلم کے رہنما اور پیشوا ہی کاہل ہو چکے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ جب کسی قوم کے رہنما اور مشائخ کے اندر کاہلی پیدا ہو جاتی ہے تو وہ کاہلی آہستہ آہستہ قوم کے اندر بھی سرایت کرنے لگتی ہے، پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب رہنما و مشائخ اور قوم میں تمیز کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ آج قوم مسلم اور اس کے رہنما و مشائخ کا بھی یہی حال ہے۔ جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ نہ ہمارے رہنما کو استقبال رمضان کی فکر ہے اور نہ ہی ہماری عوام کو رمضان کے احترام کی چاہ۔ حالانکہ بروز قیامت ہر شخص انفرادی طور پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہ ہوگا۔

رمضان کے فضائل

جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو تمام وسوسوں سے محفوظ کر دیتا ہے، جنت کی بشارتیں دیتا ہے اور جہنم سے آزادی کا تمغہ عطا فرماتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں۔
(مسلم، ج:۳،ص:۱۲۱)

امام بیہقی نے 'شعب الایمان' میں سند کے اعتبار سے حسن حدیث نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور پھر پورے ماہ ان میں سے ایک بھی دروازہ بند نہیں کیا جاتا، دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور پھر پورے ماہ ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور سرکش جنوں کے گلے میں طوق ڈال دیا جاتا ہے اور ہر رات صبح تک ایک منادی آسمان سے پکارتا ہے، اے نیکی طلب کرنے والے! نیکی کا قصد و ارادہ کرو اور زیادہ نیکی کرو، اور اے برائی طلب کرنے والے! برائی سے رک جا اور آخرت میں غور و فکر کر۔ کوئی مغفرت کا طلب کرنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کی جائے، کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے، کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے، کوئی سوال کرنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے؟ اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کی ہر رات ساٹھ ہزار لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور رمضان کی ہر رات جتنے لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے، عید کے دن اس سے تیس گنا زیادہ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے۔ (جلد:۵،ص:۲۲۱)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم

نے فرمایا کہ تمہارے پاس رمضان آ گیا ہے، یہ برکت کا مہینہ ہے ،اس مہینے میں اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیتا ہے کہ تم اللہ کو اس مہینے میں نیک کام کر کے دکھاؤ، وہ شخص بد بخت اور کم نصیب ہے جو اس مہینے میں اللہ کی رحمت سے محروم رہا۔ (معجم)

حضرت ابونعیم اصفہانی قدس سرہ ''حلیۃ الاولیاء'' میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

رمضان آیا اور جس نے جان بوجھ کر اس کے روزے ترک کر دیے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان ،نماز اور زکوۃ کو قبول نہیں فرماتا اور جو ان چاروں کو انجام دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے حج آسان فرمادیتا ہے۔ (جلد:۵،ص:۲۰۱)

صحیح ابن حبان میں ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممبر پر تشریف لائے ،جب آپ نے پہلی سیڑھی پر پاؤں رکھا تو فرمایا: 'آمین'، دوسری سیڑھی پر پاؤں رکھا تو فرمایا: 'آمین'، تیسری سیڑھی پر پاؤں رکھا تو فرمایا: 'آمین'، پھر فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور کہا: اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جس نے رمضان پایا اور اس کی بخشش نہیں کی گئی ،اللہ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے، میں نے کہا: 'آمین' اور کہا: جس نے ماں باپ کو پایا، یا اُن میں سے کسی ایک کو پایا، اس کے باوجود وہ دوزخ میں داخل ہو گیا، اللہ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے، میں نے کہا: 'آمین' اور کہا: جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے ،اللہ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے، انھوں نے کہا: کہیئے 'آمین'، میں نے کہا: 'آمین'۔ (جلد:۳،ص:۱۸۸)

امام نسائی قدس سرہ ''سنن نسائی'' میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے رمضان میں ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے قیام کیا وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جس طرح کہ آج ہی اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

رب قدیر اپنے بندوں پر عنایتوں کی بارش تو فرما رہا ہے لیکن ہمارے قلوب اس قدر سیاہ ہو گئے ہیں کہ اس پر کچھ اثر ہی نہیں ہوتا ہے، کاش! ہمارے دلوں کو ہدایت قبول کرنے کی توفیق ہو، اور اہل حق و اہل تصوف کی روحانیت سے فیض اٹھانے کی توفیق ہو، جو یاد الٰہی میں دن رات مشغول رہتے ہیں اور ہمہ وقت اس بات سے خائف رہتے ہیں کہ کہیں کوئی ایسی لغزش نہ ہو جائے جس کی وجہ سے سارے اعمال برباد ہو جائیں۔

اور ہم ہیں کہ غرور وتکبر میں مبتلا ہیں، بلاوجہ ایک دوسرے پر الزام تراشی کیا کرتے ہیں اور غیبت وچغلی سے باز نہیں آتے۔ ہمارے سامنے سے رمضان جیسا پاک مہینہ بھی ایسے گذر جاتا ہے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور ہماری حرماں نصیبی کا حال یہ ہے کہ رمضان پا کر بھی ہم اپنی بخشش کا سامان نہیں کر پاتے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو رمضان مبارک کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے اور مکمل طریقے سے اسلام ،ایمان اور احسان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

مولانا اشتیاق عالم مصباحی

روزہ قرب الٰہی کا بہترین ذریعہ

انسان حیوانیت اور روحانیت کا مجموعہ ہے، حیوانیت کا مطلب نفس اور خواہش ہے، اگر انسان نفس کا غلام رہا اور اپنی خواہش کی پیروی کی تو قرآنی زبان میں وہ ظالم ہے اور ظالم کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ کل قیامت میں اس کا کوئی یارو مددگار نہ ہوگا اور اگر روحانیت کی پیروی کی جو'امر ربی' ہے تو 'امر رب' کی اطاعت کرنے والے کو مطیع کہا جاتا ہے اور فرماں بردار بندوں کا ٹھکانہ جنت ہے، بدن انسانی اسی روحانیت وحیوانیت کے جال میں پھنسا ہوا ہے، کبھی حیوانیت غالب آتی ہے تو کبھی روحانیت، اس طرح اللہ کے بندوں کی تین قسمیں ہوسکتی ہیں:

۱۔ وہ لوگ جن پر روحانیت غالب ہے۔

۲۔ وہ لوگ جن پر حیوانیت غالب ہے۔

۳۔ وہ لوگ جن پر کبھی حیوانیت غالب آتی ہے تو کبھی روحانیت۔

پہلی قسم کے لوگ مومن صادق ہیں اور دوسری قسم کے لوگ کافر، جب کہ تیسری قسم کے لوگوں کو مسلم کہا جائے گا، کیوں کہ ابھی تک ان کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں ہوا ہے، اگر ایمان راسخ ہوتا تو ضرور اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارتے اور اپنے تمام اعمال اللہ کی خوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے کرتے، اللہ رب العزت کا فرمان عالی شان ہے:

''وَلَمَّا يَدْخُلِ الايْمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ.'' (حجرات:۱۴)

ترجمہ: ابھی تک ایمان تمہارے دل میں داخل نہیں ہوا۔

اللہ رب العزت نے صفت حیوانیت اور شیطانیت کو کمزور کرنے کے لیے روزے فرض کیے۔

روزہ اور قرب الٰہی

یوں تو اللہ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے بہت سے ذرائع ہیں، مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وصدقات، پڑوسیوں کا حق ادا کرنا، سچ بولنا، ظلم سے بچنا وغیرہ لیکن ان تمام اعمال وعبادات میں روزہ ایک ایسا بہترین عمل ہے، جس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''عَلَيْكَ بِالصَّومِ فَاِنَّه لامِثْلَ لَه.'' (نسائی)

ترجمہ: تم پر روزہ لازم ہے، بے شک یہ ایسا عمل ہے جس کی کوئی مثال نہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَهُوَشَهْرُالصَّبْرِوَشَهْرُالْمُوَاسَاةِوَشَهْرٌيُزَادُفِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ. (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: ماہ رمضان صبر کا مہینہ ہے، ہمدردی وغم خواری کا مہینہ ہے، اور یہ ایسا مہینہ ہے جس میں مومن بندے کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔

اس حدیث شریف میں تین چیزوں کا ذکر آیا ہے:

۱۔صبر ۲۔مواسات ۳۔رزق۔

اور یہ تینوں چیزیں قرب الٰہی کے بہترین ذرائع ہیں۔

صبر کا مہینہ: روزہ صبر اور توکل پیدا کرتا ہے، کھانا پانی اور دیگر لذیذ چیزیں سامنے موجود ہوتی ہیں مگر اللہ کی محبت میں ان ساری چیزوں سے بندہ اپنے آپ کو روکے رکھتا ہے۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کو نصف ایمان کہا ہے، اب غور کریں تو معلوم ہوگا کہ روزہ دار کامل ایمان والا ہوتا ہے اگر واقعی اس نے روزہ کا حق ادا کیا ہو، اس لیے کہ صبر نصف ایمان ہے جو روزہ رکھنے سے بندے کو حاصل ہو چکا اور جب افطار کے وقت اللہ کی دوسری نعمت حاصل ہونے پر بندہ شکر بجالائے گا تو یہ نصف ایمان ہوگا، اس طرح روزہ دار کو کامل ایمان حاصل ہو جائے گا۔

ہمدردی کا مہینہ: کہا جاتا ہے کہ دانا پانی کی لذت اس شخص سے پوچھو جسے بھوک، پیاس نے نڈھال کر رکھا ہو، ایک بھوکا ہی بھوک کی شدت و تکلیف کو سمجھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے امیر و غریب سب پر ایک مہینے کا روزہ فرض کر کے ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری کا جذبہ پیدا کر دیا، تاکہ ایک دوسرے کی تکلیف اور دکھ درد کو سمجھیں اور انھیں بھی اپنے رزق میں شریک جانیں۔

رزق کا مہینہ: ہر مومن بندے کے لیے خواہ امیر ہو یا غریب اللہ تعالیٰ رزق میں اضافہ فرماتا ہے، غربا کے رزق میں اضافہ ہر کسی پر ظاہر ہے، لیکن امیروں کے رزق میں اضافہ ہونا سمجھ میں نہیں آتا تو آپ یاد رکھیں کہ رزق کا مطلب صرف کھانے پینے اور دنیاوی لذات حاصل کرنا نہیں ہے، بلکہ جو کچھ اللہ دے اسے رزق کہا جاتا ہے، اگرچہ ظاہری طور پر ان کے معاش میں اضافہ نظر نہیں آتا لیکن ایمانی رزق میں ضرور اضافہ ہوتا ہے۔

اب رہا سوال کہ روزہ قرب الٰہی حاصل کرنے کا اہم ذریعہ کیوں ہے؟ تو اس کی کئی وجہیں ہو سکتی ہیں:

۱۔قرب کی پہلی وجہ یہ ہے کہ روزہ کے علاوہ جتنے اعمال ہیں سب میں ریا کا دخل ہو سکتا ہے، لیکن روزہ ایسا عمل ہے جس میں ریا نہیں اور جسے صرف بندہ اور اس کا رب ہی جانتا ہے، دوسرا کوئی نہیں۔

۲۔قرب کی دوسری وجہ یہ ہے کہ روزہ بندے کو اللہ کے رنگ میں رنگ دیتا ہے جس سے بہتر کوئی رنگ نہیں، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ''صمدیت'' ہے یعنی بے نیازی، وہ کھانے پینے بیوی بچے ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ رمضان کے مہینے میں بندہ مومن روزہ رکھ کر دن کے کچھ حصے میں اپنی طبعی ضروریات یعنی کھانے، پینے، اور دیگر لذتوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے، گویا وہ اللہ کی صفت صمدیت کا مظہر ہو جاتا ہے اور صمدیت کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔

۳۔قرب کی تیسری وجہ یہ ہے کہ روزہ شیطانی وسوسوں سے دور اور ظل رحمانی سے قریب کرتا ہے، کیوں کہ روزے میں صبح سے شام تک اللہ تعالیٰ کے لیے بھوکے رہنا اور اپنی خواہشات کو ترک کرنا پڑتا ہے اور بھوک خدا کی بارگاہ میں داخلے کا سب سے بڑا دروازہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

اِنَّ الشَّیطَانَ لَیَجرِی مِنْ اِبْنِ آدَمَ مَجْرَی الدَّمِ فَضَیِّقُوا مجارِیَه بِالْجُوعِ. (صحیح بخاری)

ترجمہ: شیطان ابن آدم کی رگوں میں خون کی مانند دوڑتا رہتا ہے، تم بھوک کے ذریعے شیطان کے راستے تنگ کردو۔

صوفیائے کرام اسی لیے اپنے مریدین کو روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے، تاکہ وہ شیطانی راستے سے دور ہوجائیں اور اسے رحمانی انوار وتجلیات حاصل ہوسکیں، جب تک دل گناہوں سے آلودہ رہتا ہے، وہ اللہ کے انوار سے روشنی حاصل نہیں کرپاتا۔

حضرت بشر حافی علیہ الرحمہ کا قول ہے:

''بھوک دل کو صاف اور خواہش کو مردہ کرتی ہے اور دقیق علم سکھاتی ہے۔'' (عوارف المعارف)

حضرت شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''جب میں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا یا سیراب ہوکر پانی پیا تو میں نے ضرور اللہ کی نافرمانی کی یا نافرمانی کا ارادہ کیا۔''

۴۔قرب کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جب بندوں کا حساب لیا جائے گا اور اس کے ذمے دنیا میں لوگوں کے جو حقوق ہوں گے اللہ تعالیٰ وہ حقوق حق داروں کو دلوائے گا تو ان حقوق کے بدلے میں بندے کی دیگر عبادت دے دی جائیں گی، یہاں تک کہ عبادتوں میں صرف روزہ باقی رہ جائے گا، اگر ابھی بھی حقوق ادا نہ ہوئے ہوں گے تو اللہ محض اپنے فضل سے لوگوں کے حقوق ادا کرے گا اور روزہ کے بدلے اس مجرم شخص کو جنت عطا فرمائے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

كُلُّ الْعَمَلِ كَفَّارَةٌ لَه اِلَّا الصَّومَ وَالصَّومُ لِي وَأَنَا اَجْزِي بِه. (مسند احمد)

ترجمہ: روزہ کے علاوہ بندہ کا ہر عمل گناہوں کا کفارہ ہے کیوں کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشَرِ اَمْثَالُهَا اِلٰی سَبْعِ مِأَةِ ضَعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّومُ فَاِنَّه لِي وَاَنَا اَجْزِي بِه يَدَعُ شَهْوَتَه وَطَعَامَه مِنْ اَجَلِي. (صحیح مسلم)

ترجمہ: انسان کے ہر عمل کا بدلہ دس سے سات سو گنا تک دیا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ روزے کے بارے میں فرماتا ہے کہ روزہ میرا حق ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، روزہ دار نے محض میرے لیے اپنی خواہش اور کھانے پینے کو چھوڑ رکھا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ بندے کے نیک و بد اعمال فرشتے لکھتے ہیں اور اس کی جزا بھی ظاہر ہے، لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزے کا بدلہ اللہ نے چھپا رکھا ہے جو روزے کی عظمت واہمیت کو بتاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے روزہ دار کی قربت کو بھی ظاہر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ. (سجدہ:۱۷)

ترجمہ: کسی کو نہیں معلوم جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا دی گئی ہے، یہ ان کے عمل کا بدلہ ہے۔

بعض بزرگوں نے اس عمل سے مراد روزہ لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ ''أنا أُجزیٰ به'' پڑھتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ روزے کا بدلہ اللہ تعالیٰ خود ہے اور قرب الٰہی کے لیے اس سے بڑی بات اور کیا ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو روزے کی حقیقت سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور اپنا مقرب بندہ بنائے۔ (آمین)

☆☆☆

مولانا رکن الدین سعیدی

روزے کے اسرار

دنیا کا یہ دستور ہے کہ ہرانسان اپنی ترقی چاہتا ہے، اگرآج کوئی ایک لاکھ کا مالک ہے تو آنے والے دنوں میں وہ ایک کروڑ کا مالک بننا چاہتا ہے اوراس کے لیے پوری کوشش بھی کرتا ہے اوراگرایک کروڑ کا مالک ہے تو کل ایک عرب کے لیے کوشش کرتا ہے،اس طرح پوری انسانیت تین طبقے میں تقسیم نظرآتی ہے:

۱۔ایک وہ طبقہ ہے جو بڑی محنت ومشقت کے بعد صرف اپنااوراپنے اہل وعیال کا گزارا کر پاتا ہے اوردوسروں کی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

۲۔دوسراوہ طبقہ ہے جواپنے گزربسر کے ساتھ اپنے دوست واحباب کی امداد بھی کرتا ہے۔

۳۔تیسراوہ طبقہ ہے جواپنے دوست واحباب کے ساتھ اجنبیوں کی مدد بھی کرتا ہے۔

اسی طرح ہم اپنی عبادتوں کو بھی تین درجوں میں منقسم کر سکتے ہیں:

۱۔عوام کی عبادت ۲۔خواص کی عبادت
۳۔اخص الخواص کی عبادت

عوام کی عبادت یہ ہے کہ اپنے آپ کواس عبادت کے فرائض وواجبات کی ادائیگی میں لگادے۔

خواص کی عبادت یہ ہے کہ فرائض وواجبات کے ساتھ ساتھ اپنے اعضااور جوارح کو گناہوں سے بازرکھتے ہوئے،خودکواطاعت الٰہی میں مشغول بھی رکھے۔

اخص الخواص کی عبادت یہ ہے کہ ان دونوں صفتوں کے ساتھ ساتھ اپنے قلبی احساسات اورخیالات کو بھی گناہوں سے پاک رکھےاوراپنے قلوب کویادالٰہی سے مزین کرے۔

اسی طرح رمضان کے روزے بھی تین طرح کے ہوتے ہیں:عوام،خواص اوراخص الخواص کا روزہ۔

عوام کا روزہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کوکھانے پینے اور عمل زوجیت سے روکے رکھے۔

خواص کا روزہ یہ ہے کہ وہ آنکھ،کان،زبان،ہاتھ،پاؤں اوردوسرے اعضائے بدن کوگناہوں سے بازرکھے۔

اخص الخواص کا روزہ یہ ہے کہ تمام دنیاوی افکارو خیالات سے دل کوخالی کرکے پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ ہوجائے،اس طرح کا روزہ اللہ کے علاوہ کسی اورفکر میں لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے،لیکن دنیا کا وہ کام جس سے دین کا ارادہ کیا گیا ہو،اس سے یہ روزہ نہیں ٹوٹتا،کیونکہ ایسی دنیا آخرت کے لیے زادراہ ہوتی ہے۔ (احیاءالعلوم)

بعض صوفیانے ان تین درجوں کے علاوہ روزے کا ایک اوردرجہ بھی بتایا ہے اور وہ ہے مقربین کا روزہ،جیسا کہ سیدی و مرشدی خواجہ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی مدظلہ العالی نے ایک مجلس میں فرمایا کہ مقربین کا روزہ یہ ہے کہ وہ شریعت کی پابندی کے مطابق کھانے پینے سے رکے رہتے ہیں لیکن حقیقت میں ہمہ وقت ذکرالٰہی سے روحانی غذاحاصل کرتے رہتے ہیں اور محبت الٰہی کی شراب سے سیراب ہوتے رہتے ہیں۔تفسیر حسینی میں

بھی مقربین کے اس روزے کا ذکر ملتا ہے اور امام غزالی علیہ الرحمہ نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔

عوام کا روزہ: اس کے لیے چھ امور ضروری ہیں:

ا۔ رمضان کے آغاز کا خیال رکھے۔

۲۔ روزے کی نیت کرے۔

۳۔ روزہ کی حالت میں جان بوجھ کر نہ کھائے نہ پئے۔

۴۔ ازدواجی عمل سے پرہیز کرے

۵۔ شہوات کے سبب نکلنے والی چیزوں سے باز رہے۔

۶۔ قے کرنے سے اپنے کو روکے رکھے۔

خواص کا روزہ: اس کے لیے بھی چھ چیزیں ضروری ہیں:

ا۔ نگاہیں نیچی رکھے، بری چیزوں کی طرف متوجہ نہ ہو، بلکہ ان کے دیکھنے سے بھی پرہیز کرے جن سے غفلت پیدا ہو۔

۲۔ جھوٹ، غیبت، چغلی اور فحش کلامی سے محفوظ رہے، اور کوئی ایسی بات نہ کہے جس سے جھگڑا یا فساد ہو، اللہ تعالیٰ کا ذکر اور قرآن کریم کی تلاوت کرتا رہے۔

۳۔ اپنے کانوں کو بری باتوں سے محفوظ رکھے۔

۴۔ اپنے ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضا کو گناہوں سے باز رکھے، افطار کے وقت حلال کھانے کی پابندی کرے، کیوں کہ اس روزے کا کوئی مطلب و مقصد نہیں ہوتا جس میں آدمی دن بھر کھانے پینے سے رکا رہے اور جب افطار کرنے بیٹھے تو حرام رزق سے افطار کرے۔

۵۔ افطار کے وقت حلال رزق بھی اتنا نہ کھالے کہ پیٹ بالکل تن جائے، اللہ کے نزدیک کوئی برتن اتنا برا نہیں ہے جتنا وہ پیٹ جو حلال رزق سے بالکل بھر دیا گیا ہو، اگر دن بھر کی غذا کی کمی ایک ہی وقت میں پوری کر لے تو پھر نفسانی خواہشات سے کیسے محفوظ رہ سکے گا؟

روزے کی اصل روح یہ ہے کہ برائیوں کے ارادے کمزور ہو جائیں اور شیطان کے حربے بے کار ہو جائیں اور یہ بات اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب غذا میں کمی کی جائے، کمی کا معیار یہ ہے کہ افطار میں اتنا کھانا کھائے جتنا عام راتوں میں کھایا جاتا ہے، ایسا نہیں کہ صبح سے شام تک کا کھانا، رات کے کھانے میں جمع کر لیا جائے۔

۶۔ افطار کے بعد دل میں خوف اور امید کے ملے جلے خیالات پیدا ہوں، اس لیے کہ روزہ دار یہ نہیں جانتا کہ اس کا روزہ قبول ہوا ہے یا نہیں، ہر عبادت سے فراغت کے بعد یہی تصور ہونا چاہیے۔

اب ہم اپنا محاسبہ کریں کہ کس زمرے میں ہیں؟ اگر عوام کے زمرے میں ہیں تو ان امور کی پاس داری کریں جو عوام کے لیے ضروری ہیں، ساتھ ہی اس بات کی بھی کوشش کریں کہ ہم خواص کے درجے تک رسائی حاصل کر سکیں اور اگر خواص کے زمرے میں ہیں تو ان امور کی پاسداری کریں جو ان کے لیے لازم ہے اور اس بات کی بھی کوشش کریں کہ اخص الخواص کے درجے تک پہنچ سکیں، جیسے ہم دنیاوی امور میں ایک مقام سے دوسرے مقام کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں اسی طرح دینی امور میں بھی ایک درجے سے دوسرے درجے تک پہنچنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن عمل اور حسن نیت کی دولت سے شرفیاب فرمائے۔(آمین)

☆☆☆

مولانا فخر الزماں نورانی

انوار سحری

انسان اپنے روزمرہ کے معمولات میں عام طور سے تین وقت کھانا کھاتا ہے یا تھوڑا تھوڑا کر کے دن بھر میں کئی مرتبہ کھانا کھاتا ہے، تاکہ اسے جسمانی قوت حاصل ہو، اسی طرح مسلمان سال میں ایک مہینہ رمضان کا روزہ رکھتا ہے تاکہ اُسے روحانی قوت اور ایمانی طہارت حاصل ہو، کیونکہ روزہ کے سبب جب انسان صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رہتا ہے تو معدہ خالی ہوجانے کی وجہ سے اس کے بقیہ اعضا، شہوتوں سے محفوظ ہوجاتے ہیں اور یہ ذہن میں رہے کہ روح کی پاکیزگی اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب انسان کا جسم بھی پاک وصاف رہتا ہے۔ گویا رمضان اور روزے کی برکت ہے کہ انسان تمام طرح کی جسمانی بیماریوں سے دور رہتا ہے اور ساتھ ہی روحانی برکتوں سے ایک خاص حصہ بھی پاتا ہے۔

ادھر دن بھر بھوکا اور پیاسا رہنے سے انسان کو کمزوری اور نقاہت کا احساس نہ ہو، اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کو ضروری اور مسنون قرار دیا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الابْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الاسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ. (بقرہ:۱۸۷)

ترجمہ: اور کھاتے پیتے رہو، یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگا، (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہوجائے، پھر روزے کو رات آنے تک پورا کرو۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

مسلمان ابتدائے اسلام میں اس طرح کرتے تھے جس طرح اہل کتاب کرتے تھے، جب ان میں سے کوئی سوجاتا تو کھا نہیں سکتا تھا، یہاں تک کہ دوسری رات آجائے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کردیا۔ (شرح ابن بطال، ج:۳،ص:۳۰)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بعض مسلمان اپنے نفس کے معاملے میں خیانت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمادیا اور ان کے لیے ساری رات میں کھانا پینا، اور عمل زوجیت حلال کردیا، خواہ سونے سے پہلے یا سونے کے بعد۔ (شرح ابن بطال، ج:۳،ص:۳۰)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ''یہاں تک کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز ہوجائے۔'' میں نے کالی اور سفید دو رسّیاں لیں، پھر ان کو میں نے اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا اور میں ان کو رات بھر دیکھتا رہا، لیکن مجھ پر ان کا رنگ واضح نہ ہوسکا، صبح کو میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے آپ سے اس واقعہ کو ذکر کیا، آپ نے فرمایا: اس سے مراد رات کی سیاہی، دن کی سفیدی ہے۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان کی آدھی رات کو اس لیے اذان دیتے تھے کہ جو شخص سورہا ہو، یا تہجد پڑھ رہا ہو تو وہ سحری کھانے کی

طرف متوجہ ہو جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تنبیہ کی کہ اس اذان کو فجر کی اذان سمجھ کر سحری ترک نہ کرو، فجر کی اذان حضرت عبداللہ بن ام مکتوم دیا کرتے تھے اور اس وقت سحری کا وقت ختم ہو جاتا تھا، اور نماز فجر کا وقت شروع ہو جاتا تھا۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ بِلاَلاً كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا وَاشْرُبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُومٍ فَاِنَّه لَا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يَطْلَعَ الْفَجْرُ. (بخاری، کتاب الصوم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو اذان دیتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھاتے، پیتے رہو، یہاں تک کہ عبداللہ بن ام مکتوم اذان دیں، کیوں کہ وہ اذان نہیں دیتے تھے، یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتا۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان لوگوں کو جگانے کے لیے ہوتی تھی، اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کی اذان نماز فجر کے لیے۔

سحری سنت ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَسَحَّرُوْا، فَاِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةٌ. (بخاری، کتاب الصوم)

سحری کیا کرو، کیوں کہ سحری میں برکت ہے۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ سحری کر رہے تھے، آپ نے فرمایا سحری کیا کرو، کیوں کہ وہ برکت ہے جو تم کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔ (سنن ابی داؤد)

حضرت عمر ابن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔ (صحیح مسلم، ۱۰۹۶)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن کے روزے پر رات کی سحری کھانے سے مدد حاصل کرو، رات کے قیام پر دن کے قیلولے سے مدد حاصل کرو۔ (ابن ماجہ ۱۶۹۳، مستدرک ۸۵/۲)

جب انسان رمضان کے مقدس مہینے میں سحری کا اہتمام کرتا ہے، خود بھی کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلاتا ہے تو ایسے لوگوں پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سحری کھانا برکت ہے اس کو مت چھوڑو خواہ تم میں سے کوئی شخص پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لے، بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

(مسند احمد، ج:۳، ص:۴۴۲)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ سحری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور مسلمان اور اہل کتاب کے درمیان واضح فرق اور اس کے ذریعے فرض روزہ کی تکمیل میں مدد حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے سحری کھانے کا اہتمام بھی کرنا چاہیے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مسلمانوں پر رمضان کے فیضان جاری فرمائے۔ (آمین)

مجیب الرحمن علیمی

مومن کا افطار

اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کھانے پینے کے ذریعے روزہ کو متعینہ وقت پر توڑنے کا نام افطار ہے۔ افطار کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ طرح طرح کی نعمتوں کو اتنے مقدار میں کھالیا جائے کہ پیٹ بوجھل ہوجائے اور رمضان جیسے برکت والے مہینے میں بھوک و پیاس کی شدت برداشت کرنے کے باوجود روزہ کے حقیقی مقاصد سے روزہ دار محروم رہ جائے، کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ: انسان کا پیٹ ہی دنیا ہے، جو انسان کم خوردن پر عمل کرے اور دنیا سے کم لطف اٹھائے وہ تارک الدنیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كُلُوْا وَ تَمَتَّعُوا قَلِيْلاً. (مرسلات، ۳۹)

یعنی کم کھاؤ اور کم لطف اندوز ہو۔

رمضان کے مہینے میں اگر فرائض و واجبات کی پابندی کرتے ہوئے کم کھانے اور کم پینے پر عمل کیا جائے تو کم از کم ایک ماہ تو ہم بھی تارک الدنیا ہوسکتے ہیں اور جو تارک الدنیا ہوگا وہ طالب مولیٰ ضرور ہوگا یا کم از کم آخرت کا طلب گار تو ہوگا، کیونکہ دو ہی چیزیں ہیں: ایک دنیا اور دوسری آخرت۔

کتنا نادان ہے وہ شخص جو دن بھر بھوک و پیاس کی سختی برداشت کرتا ہے اور شام ہوتے ہی اس قدر کھاتا، پیتا ہے کہ مختلف پریشانیوں میں مبتلا ہوجاتا ہے اور عبادت کے لائق بھی نہیں رہ جاتا۔ کیا ایسا کرنے والوں کو نہیں معلوم کہ روزہ رکھنے کا کیا مقصد ہے؟ روزے کے بہت سارے مقاصد ہیں، ان میں ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ بھوک و پیاس کے ذریعے دشمن نفس مغلوب جائے اور نفسانی خواہشات کا قلع قمع ہوجائے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَىْ الْدَّمِ فَضَيِّقُوْا مَجْرِيَهُ بِالْجُوْعِ وَالْعَطْشِ. (احیاء العلوم)

شیطان آدمی کی رگوں میں خون کی مانند دوڑتا ہے، اس کے راستے کو بھوک اور پیاس کے ذریعے تنگ کردو۔

نہ کھانا فرشتوں کی صفت ہے اور انسان کم کھانے، پینے کی وجہ سے ملکوتی صفات کا حامل ہوجاتا ہے اور اللہ کے قرب میں پہنچنا اس کے لیے آسان ہوجاتا ہے اور زیادہ کھانا فرشتوں کی صحبت سے محرومی کا سبب بنتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ مَلَكُوْتَ السَّمٰوَاتِ مَنْ مَلَأَ بَطَنُهُ.

(احیاء العلوم)

آسمان کے فرشتے اس شخص کے پاس نہیں آتے جو اپنا پیٹ بھرا رکھے۔

مومن کا قلب ایک اچھی زمین کی طرح ہے جو پانی کی شکل میں مناسب خوراک ملنے کی وجہ سے طرح طرح کی نعمتیں اگاتی ہے اور سرسبز و شاداب رہتی ہے، اگر اس زمین کو مسلسل اتنا پانی ملے جو اس کی ضرورت سے زیادہ ہو تو وہ زمین نعمتوں کے اگانے سے قاصر اور مردہ ہوجائے گی، اسی طرح قلب مومن کا حال ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُمِيْتُوا الْقَلْبَ بِكَثْرَةِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ فَإِنَّ

الْقَلْبَ كَاالزَّرْعِ يَمُوتُ اِذَا أَكْثَرَ عَلَيْهِ الْمَاء.

(احیاءالعلوم)

دل کو کھانے پینے کی زیادتی سے مردہ نہ کرو اس لیے کہ دل کھیتی کی طرح ہے کہ جب کھیتی پر پانی زیادہ پڑ جاتا ہے تو وہ مردہ ہو جاتی ہے۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ انسان رمضان کے مہینے میں عام دنوں کی بہ نسبت زیادہ کھانے پینے کا اہتمام کرتا ہے، روزمرہ کی خوراک سے زیادہ کھاتا، پیتا ہے۔ حالت تو یہ ہے کہ جیسے ہی افطار کیا اس کے بعد ہی کھانے کا ایک لمبا سلسلہ چل پڑتا ہے اور فرائض و واجبات کی ادائیگی بھی انسان بڑی مشکل سے کر پاتا ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ زیادہ کھانے کی وجہ سے حالت نماز میں ڈکار پر ڈکار لیتے رہتے ہیں۔

ہائے افسوس! کیسے ہیں وہ روزہ دار جو ڈکار لیتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَقْصِرْ مِن جَشَائِكَ فَاِنَّ أَطْوَلَ النَّاسِ جَوْعاً يَومَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ شَبْعاً فِي الدُّنْيَا. (احیاءالعلوم)

اپنی ڈکار کم کرو اس لیے کہ قیامت کے روز زیادہ بھوکا وہی ہوگا جو دنیا میں زیادہ شکم سیر ہوگا۔

اس دنیا کی معمولی نعمتوں کو ناک تک کھانے والو! کیا تم کو آخرت میں بھوکے اور پیاسے رہنے کا خوف نہیں ستاتا؟ کیا تم کو آخرت کی عظیم نعمتوں کی خواہش نہیں؟

سنو! اس دنیا میں بھوک پیاس کی شدت برداشت کرنا یا کم کھانا، آخرت کے لیے کتنا مفید ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَّ أَهلَ الجُوعِ فِي الدُّنيَا هُمْ أَهلَ الشَّبَعِ فِي الأَخِرَةِ وَ اِنّ أَبْغَضَ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ المُتَخَمُّونَ المَلَاى وَ مَا تَرَكَ عَبْدٌ أَكَلَةً يَشْتَهِيْهَا اِلّا كَانَتْ لَهُ دَرَجَةً فِي الجَنَّةِ. (احیاءالعلوم)

دنیا میں بھوکے رہنے والے آخرت میں شکم سیر ہوں گے، اللہ کے نزدیک سب سے برے لوگ وہ ہوں گے جو بدہضمی کے شکار اور پیٹ بھرے ہوئے ہوں۔ جو بندہ ایک لقمہ خواہش کے باوجود چھوڑ دیتا ہے اس کے عوض اسے جنت میں ایک درجہ ملتا ہے۔

اے روزہ دارو! اگر تم چاہتے ہو کہ روزے کی حقیقت اور اس کا نور تم کو حاصل ہو، قلب کی نرمی اور نورانیت تم کو میسر آئے اور تواضع و انکساری کے تم خواہش مند ہو، اپنی نفسانی شہوتوں سے آزادی کے متمنی ہو۔ اللہ کے خاص قرب میں داخل ہونا اگر تم کو پسند ہے اور اپنی صحت، جو اللہ کی عظیم نعمت ہے اس کو درست رکھنا چاہتے ہو، کم خرچ میں اپنا گھر آسانی سے چلانے کا خواب دیکھتے ہو، صدقہ و خیرات کر کے اپنے آبا و اجداد کی روحوں کو سکون پہنچانا تم کو پسند ہے تو سنو!

آج ہی سے 'کم خوردن' اور 'خوردن برائے زیستن' پر عمل پیرا ہو جاؤ اور اپنے آپ کو اللہ کی عظیم نعمتوں سے بہرور کر لو، معلوم نہیں پھر یہ رمضان کا مہینہ میسر آئے یا نہ آئے، وقت کو غنیمت جانو اور کمر بستہ ہو جاؤ، ہلکا افطار کرنے میں یقین رکھو، کیونکہ یہی مومن کا افطار ہے اور روزے کی حقیقت تک پہنچنے کا راستہ ہے۔

☆☆☆

مولانا امام الدین سعیدی

روزے کے باطنی آداب اوراثرات

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ انسان کا علم محدود ہے،اس کی قوت فکر محدود ہے اور اس کی عقل بھی محدود ہے،جب کہ خالق کائنات کے احکام وقوانین میں جو حکمتیں اور مصلحتیں ہیں وہ لامحدود ہیں،ان سب کا ادراک کرنا ہم انسانوں کے بس میں نہیں۔ایسے ہی روزے کے اندر بھی بے شمار حکمتیں اورفوائد ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، ہماری کوتاہ عقل کی رسائی وہاں تک نہیں ہوسکتی اور ہم اس کے مکلّف بھی نہیں، ہم بندے ہیں ہمارا کام اطاعت وبندگی ہے، یہی ہمارے لیے کمال وشرف اورسرمایۂ حیات ہے۔

ہم اس دنیا میں بطورآزمائش آئے ہیں اور آزمائش کا مطلب مصائب وآلام نہیں، بلکہ امتحان ہے ۔گو یا یہ دنیا دارالعمل ہے اورآخرت دارالجزاء، اورہمیں اسی لیے زندگی دی گئی ہے کہ مختلف امتحانات سے گذریں، جیسا کہ قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِی خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ. (سورۂ ملک:۲)

ترجمہ : اللہ نے موت اور زندگی بنائی تا کہ تمھیں آزمائے کہ تم میں کون بہترعمل کرتا ہے وہ غالب اور بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔

جب تک ہم دنیا میں ہیں ہماری بندگی کا امتحان ہے کہ ہمارے اندر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا جذبہ کتنا ہے۔روزہ بھی اسی امتحان کا ایک حصہ ہے جس میں ہمیں کھانے پینے اورشہوات سے روک دیا جاتا ہے جوکہ اصل میں مباح اور جائز ہیں۔

روزہ ایک ایسا عمل ہے جو سراپا اخلاص والا عمل ہے،اس میں ریا کا کچھ دخل نہیں ،اگر کوئی ریا کرنا بھی چاہے تو نہیں کرسکتا اور دوسرے اعمال میں ریا کا دخل ہوسکتا ہے۔روزے کی حالت میں اگر آپ نے کمرے کا دروازہ بند کرلیا جہاں کوئی بھی آپ کو دیکھ نہیں سکتا کہ آپ کھا رہے ہیں یا نہیں، وہاں آپ کھا بھی سکتے ہیں مگر کھاتے نہیں ، یہ سوچ کر کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، کیونکہ وہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔اس لحاظ سے روزہ حقیقت میں سراپا اخلاص والی عبادت ہے۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کوجھوٹ،غیبت،چغلی،حرام مال وغیرہ دوسرے گناہوں سے جن کا نفع ونقصان لوگوں کو بخوبی معلوم ہے، روکتا ہے تو یہ ایسا حکم ہے جسے عقل تسلیم کرتی ہے، لیکن جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندے کی بندگی اور اپنی مشیت کے لیے اس کے تسلیم ورضا کا امتحان لیتا ہے تو کھانے پینے سے روک دیتا ہے ،صرف اس لیے کہ اس میں بہت ساری حکمتیں اورفوائد ہیں، جیسے بندوں کی ظاہری اور باطنی اصلاح وتربیت وغیرہ۔

روزہ کے ظاہری اثرات

۱۔روزہ کے ذریعے اللہ اپنے بندوں کو جانچتا ہے،اب جس کے نزدیک کھانے پینے سے زیادہ اللہ کی رضا اہم ہے وہ روزہ رکھتا ہے اور جس کے نزدیک رضائے مولیٰ سے زیادہ کھانا پینا اہم ہے تو وہ روزے سے محروم رہتا ہے، گویا روزہ

فرماں بردار اور نافرمان بندوں کو ظاہر کرتا ہے، طالب مولی اور طالب نفس کے درمیان فرق کو واضح کرتا ہے۔

۲۔ یہ ہمارے لیے ایک اچھی عادت پیدا کرنے کی تربیت ہے کہ جس طرح ہم روزے کی حالت میں خدا کی رضا کے لیے جائز اور مباح چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں ایسے ہی رمضان کے بعد سال بھر ہماری یہ عادت باقی رہے کہ جو بھی اللہ کی رضا کے خلاف اور حرام چیزیں ہیں ان سے بچتے رہیں، یعنی اس میں تعمیل حکم اور اطاعت شعاری کا مکمل درس ہے۔

۳۔ روزہ انسان کو صبر کا عادی بناتا ہے تا کہ بندہ ناگوار حالات اور دشواریوں میں بھی صبر کا مظاہرہ کرے اور بھوک کی حالت بھی ایک دشوار حالت ہے کہ کھانا بالکل سامنے ہے اور بھوک کی شدت بھی ہے مگر نہیں کھا سکتے، یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ سختیاں برداشت کرو اور مشقت جھیلنے کی عادت ڈالو۔

۴۔ روزہ بندے کو فقر و عاجزی کی تعلیم بھی دیتا ہے اور اس کے مزاج سے انانیت و تکبر اور فخر و مباہات کو ختم کرتا ہے، اس کے پاس عمدہ کھانا ہوتا ہے مگر وہ اتنا مجبور ہے کہ کھا نہیں سکتا، اتنا کمزور ہے کہ اس کی اپنی مرضی کچھ نہیں، وہ کھانا رکھ کر بھی کھانے کے لیے کسی کا محتاج ہے، چنانچہ روزے کی حالت میں انسان سراپا فقر کا نمونہ ہو جاتا ہے اور یہی فقر اس کے لیے شرف و کمال ہے۔

۵۔ روزے میں جب بھوک کی تلخی محسوس ہوتی ہے تو ان لوگوں کو جو آسودہ حال رہتے ہیں اور ہمیشہ اچھا کھاتے پیتے ہیں ان محتاج اور مسکین لوگوں کا درد اور پریشانی کا احساس ہوتا ہے جو نہ جانے کتنی راتیں غربت و افلاس کی چھت کے نیچے بغیر کھائے پیے گزار دیتے ہیں۔ بھوک کی تکلیف کیا ہوتی ہے بندہ روزہ میں ان کو اچھی طرح محسوس کرتا ہے تبھی اس کے دل میں دوسرے بھائی کے لیے ہمدردی اور غم خواری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہی اسلام کا اصل اخلاقی سرمایہ ہے۔

۶۔ بندہ جب تک روزے کی حالت میں رہتا ہے وہ فرشتوں کے مشابہ رہتا ہے، چونکہ فرشتے کھانے پینے اور شہوات نفسانیہ سے پاک ہوتے ہیں، ہمیشہ اللہ کی اطاعت اور اس کی حمد و ثنا میں مصروف رہتے ہیں، روزہ میں بھی انسان اسی صفت کا حامل ہوتا ہے، جس طرح فرشتوں کا کوئی بھی لمحہ طاعت و بندگی سے خالی نہیں ہوتا اسی طرح روزہ دار کا بھی کوئی لمحہ اس سے خالی نہیں ہوتا۔ گویا روزے کی حالت میں انسان ملکوتی زندگی گزارتا ہے۔

روزہ کے باطنی اثرات

امام غزالی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ روزے کے تین درجے ہیں: ایک عوام کا روزہ، دوسرا خواص کا روزہ، تیسرا اخص الخواص کا روزہ۔

عوام کا روزہ یہ کہ کھانے پینے اور ازدواجی تعلق سے باز رہے یہ سب سے کم درجہ ہے، اخص الخواص کا روزہ یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کو غیر اللہ کے خیال سے پاک رکھے اور بالکلیہ اپنے کو خدا کے سپرد کردے۔ دنیاوی فکر اگر چہ مباح ہے مگر یہ بھی اس روزہ کو باطل کر دیتا ہے یہ اعلی ترین درجہ ہے جو انبیا و صدیقین کو حاصل ہوتا ہے۔ خواص کا روزہ یہ ہے کہ انسان صرف کھانا پینا اور ازدواجی عمل نہ چھوڑے بلکہ اپنے تمام اعضا کو ناشائستہ اور ناپسندیدہ حرکتوں سے بچائے اور اس کے لیے چھ چیزوں کا اہتمام ضروری ہے:

۱۔ پہلی یہ کہ آنکھ کو حرام چیزوں کے دیکھنے سے بچائے اور ہر اس چیز سے جو یاد الٰہی سے غافل کر دے، خصوصیت کے ساتھ ایسی چیزوں کی طرف نہ دیکھے جن سے شہوت پیدا ہوتی ہو۔

۲۔ دوسری یہ کہ زبان سے بیہودہ کلامی اور بے فائدہ

بات نہ نکالے۔ بعض علما نے غیبت اور جھوٹ کو بھی مفسد صوم بتایا ہے چاہے وہ عوام کا روزہ ہی کیوں نہ ہو، حدیث میں آیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو عورتیں روزے کی حالت میں پیاس کی شدت سے ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں اور روزہ توڑنے کی اجازت مانگی، آپ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجوایا کہ اس میں قے کریں تو ہر ایک کے حلق سے خون کے ٹکڑے نکلے، لوگ اس واقعہ سے حیران ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ان دونوں نے حلال چیز سے روزہ رکھا اور حرام چیز سے توڑ ڈالا کہ یہ دونوں عورتیں ایک جگہ بیٹھ کر لوگوں کی غیبت کر رہی تھیں۔

۳۔ تیسری یہ کہ کان کی حفاظت کرے کہ اس سے کوئی ایسی بات نہ سنے جو بری ہو، اور حق بھی یہی ہے کہ جو کہنا نہیں چاہیے اُسے سننا بھی نہیں چاہیے۔

۴۔ چوتھی یہ کہ ہاتھ پاؤں کو گناہوں سے محفوظ رکھے جو روزہ دار اُن اعضا سے برائی کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار ہونے سے تو بچے مگر زہر کھالے۔

۵۔ پانچویں یہ کہ افطار کے وقت حرام اور مشتبہ چیزوں کے کھانے پینے سے بچے۔

۶۔ چھٹا یہ کہ افطار کے بعد اس فکر میں رہے کہ روزہ مقبول ہوا یا نہیں۔ (تلخیص کیمیائے سعادت اردو، ص ۱۸۴)

اهل ایمان پر بھوک کے اثرات

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک دن رات کا کھانا جمع نہیں کیا اور جب سے میں مسلمان ہوا، تب سے پیٹ بھر کے کھانا نہیں کھایا، اس لیے کہ شکم سیری کو کفر کی کنیت دی جاتی ہے، منقول ہے کہ اہل حقیقت نے فرمایا ہے:

شکم سیری نفس میں ایک نہر ہے جہاں شیطان پہنچتا ہے اور بھوک روح میں ایک نہر ہے جہاں فرشتوں کا گذر ہوتا ہے، بشر بن حارث فرماتے ہیں کہ بھوک دل میں صفا پیدا کرتی ہے، خواہشات کو مارتی ہے اور علم کی راہیں کھولتی ہیں۔

حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تصوف قیل وقال سے نہیں، بلکہ بھوک اور نفس کی مرغوب چیزوں کو چھوڑ کر حاصل کیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عالم ملکوت کے دروازے سے لپٹے رہو، یہاں تک کہ وہ تمہارے لیے کھل جائے، لوگوں نے عرض کیا: وہ کیسے؟

فرمایا کہ ہمیشہ بھوک اور پیاس کو لازم پکڑو یہاں تک کہ عالم ملکوت کا دروازہ کھلے اور تم اس میں داخل ہو جاؤ۔ ایک بڑا ہی انوکھا شعر ہے۔

اگر لذت ترک لذت بدانی
دگر لذت نفس لذت نخوانی

مطلب یہ ہے کہ اگر خواہشات کی لذتوں کو چھوڑنے کی لذت کوئی جان لے تو اب اس کے لیے نفس کی لذت، لذت نہیں رہ جاتی۔ (تلخیص از سبع سنابل اردو، ص ۲۴۰-۲۴۳)

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب عام دنوں میں کم کھانے پینے اور بھوکے رہنے کی وجہ سے اللہ اپنے بندوں پر خاص فضل فرماتا ہے اور ملکوت کے دروازے کھول دیتا ہے تو جو بندہ روزے کو اللہ کا حکم مان کر محض رضائے الٰہی کے لیے رمضان کا روزہ رکھے گا تو اس پر جنت کے دوازے کیسے نہ کھلیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رضائے الٰہی کے حصول کی توفیق دے۔

☆☆☆

محمد افتخار عالم

روزے کے احکام

روزہ اللہ تعالی کی ایک عظیم نعمت اور اہم عبادت ہے، روزہ سابقین انبیا اور مرسلین پر بھی فرض کیا گیا تھا، لیکن اس کی نوعیت کچھ الگ تھی، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. (بقرہ:۱۸۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے اگلوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

روزہ تمام مسلمانوں پر دو ہجری میں فرض ہوا، روزے کی فرضیت کا منکر کافر اور سخت گنہگار ہے۔

روزہ کی تعریف: روزہ کو عربی میں صوم کہتے ہیں لغت میں اس کا معنی ''رکنا اور ترک کرنا'' ہے اور اصطلاح شرع میں مسلمان مرد و عورت عاقل و بالغ کا طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور ازدواجی عمل سے رکے رہنے اور دیگر تمام شہوات نفسانیہ سے بچنے کا نام روزہ ہے۔

روزے کے جو احکام بیان کیے گئے ہیں، اس کی دو صورتیں بنتی ہیں: ۱۔ وہ امر جو بھول چوک سے ہو۔

۲۔ وہ امر جو جان بوجھ کر کیا جائے۔

اُن میں کچھ ایسے امور ہیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کچھ ایسے ہیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ بعض دفعہ قضا واجب ہوتی ہے، جبکہ کبھی قضا و کفارہ دونوں اور کبھی فدیہ دینا ہوتا ہے۔

روزہ ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کی صورتیں

۱۔ اگر کوئی روزہ دار بھول کر کچھ کھا پی لے تو اُس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، حدیث شریف میں ہے:

جس نے بھول کر کھا پی لیا تو وہ اپنے روزے کو پورا کرے اس لیے کہ اللہ تعالی نے اس کو کھلایا پلایا۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ دوسری طرف اسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی نے جان بوجھ کر کھا پی لیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ روزہ ٹوٹنے کی سب سے بڑی علت ایسی غذا ہے جو باہر سے جسم کے اندر جائے اور اس سے جسم کو قوت و توانائی حاصل ہو، اس صورت میں ہر وہ غذا روزہ کے ٹوٹنے کی علت قرار پائے گی جس سے جسم کو طاقت حاصل ہو، اور وہ باہر سے جسم کے اندر داخل ہو، حدیث شریف میں ہے:

''اَلْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ وَ لَيْسَ مِمَّا خَرَجَ.'' (بخاری)

ترجمہ: روزہ ہر اس چیز سے ٹوٹ جاتا ہے جو باہر سے داخل ہو اور اس چیز سے نہیں جو جسم سے اپنے آپ خارج ہو۔

اس حدیث میں منہ، ناک، کان اور آنکھ کسی کی قید نہیں ہے، بلکہ عام ہے جو جسم کے تمام اعضا کو شامل ہے۔

۳۔ انجکشن، ڈراپ اور گلوکوز سے روزہ ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے میں علما کا اختلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ ان سب چیزوں سے جسم کو بلاشبہ طاقت ملتی ہے اگرچہ منھ سے داخل نہیں ہوتی، مذکورہ حدیث کی رو سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اس وقت جبکہ دنیا ترقی پذیر ہے، ایسی ایسی دوائیں اور انجکشن ایجاد ہو چکے ہے کہ آدمی ایک انجکشن سے آٹھ دس دن بغیر کھائے پیے رہ سکتا ہے۔ بعض لوگوں نے مجبوری میں انجکشن لگوانے کو جائز

کہا ہے جیسے اگر کوئی روزہ دار سخت بیمار ہو، اگر وہ دوا نہیں کھائے گا تو جان جانے یا مرض بڑھ جانے کا شدید خطرہ ہے، ایسی صورت میں دوا تو نہیں کھا سکتا لیکن مجبوری کی وجہ سے انجکشن لے سکتا ہے۔

۴۔ گل کے استعمال سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ روزے کی حالت میں گل کا استعمال کرنا خواہش کو پورا کرنا ہے، جیسے تمباکو کے استعمال سے۔ گل میں نشہ بھی پایا جاتا ہے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، اگر چہ اس کے استعمال کرنے والے پر نشہ کا اثر نہیں دکھتا ہے، لیکن اس سے کچھ سرور ضرور ملتا ہے۔

گل کے استعمال سے غالب گمان یہ ہے کہ اس کا عرق حلق سے نیچے اتر جائے گا تو روزہ بالا جماع ٹوٹ جائے گا اور اگر نہیں بھی گیا تو اس کی ممانعت میں کوئی شک نہیں۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

پان جب منھ میں رکھا جائے گا اس کا عرق ضرور حلق میں جائے گا۔ تمباکو اور اس جیسی کوئی شئے جو کھائی جاتی ہے۔ اگر وہ منھ میں ڈالی جائے گی تو یقیناً اس کا جرم (باریک اجزا) لعاب کے ساتھ حلق میں جائے گا... ان چیزوں کے استعمال سے جو روزہ جائے اس کی فقط قضا نہیں، بلکہ کفارہ بھی ضرور ہوگا کہ ان میں صلاح بدن وقضائے شہوات ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۱، ص:۴۸۵)

اگر روزہ دار پورا دن کھانے پینے اور ازدواجی عمل کرنے سے رک سکتا ہے تو کیا گل کیے بغیر نہیں رہ سکتا؟ جبکہ اس کے استعمال سے روزہ ٹوٹنے کا زیادہ خطرہ ہے۔

۵۔ ٹوتھ پیسٹ اور منجن، اگر چہ گل کی قبیل سے نہیں لیکن اگر اس کا استعمال کیا گیا اور اس کا مزہ حلق سے نیچے اتر گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر حلق سے نیچے نہیں گیا تو بھی احتیاط ضروری ہے، اسی لحاظ سے علما کے نزدیک اس کی ممانعت آئی ہے اور حقیقت میں دیکھا جائے تو اس کی کوئی ضرورت بھی نہیں، کیونکہ اس کا اچھا بدل مسواک کی شکل میں موجود ہے اور اگر مسواک نہ ہو تب بھی انگلیوں سے مسواک کا کام لیا جا سکتا ہے اور بغیر ٹوتھ پیسٹ صرف برش سے بھی، پھر ایسی چیز کا استعمال کیوں کیا جائے جو روزہ توڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے، جبکہ اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ بے اختیاری اور بے توجہی کی بنا پر یہ چیزیں حلق سے نیچے اتر سکتی ہیں۔ اس لیے ان چیزوں سے احتراز لازم ہے۔

۶۔ وضو کرتے وقت اگر پانی حلق سے نیچے اتر گیا خواہ جان بوجھ کر ہو یا انجانے میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۷۔ قے کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ قے کی چار صورتیں ہیں جن میں سے دو سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے:

قے یا تو اختیار سے آئے یا بغیر اختیار کے، اختیار سے تھوڑی قے ہو یا زیادہ، ان دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر قے بے اختیار ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا، کم ہو یا زیادہ۔

حدیث شریف میں ہے: جس روزہ دار پر قے غالب آ گئی تو اس پر روزے کی قضا نہیں اور جس نے جان بوجھ کر قے کیا وہ روزہ قضا کرے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

اس حدیث میں روزہ ٹوٹنے کی علت جان بوجھ کر قے کرنا ہے گویا جسم سے کسی چیز کا نکالنا روزہ ٹوٹنے کی علت قرار دیا گیا ہے، اب اگر کوئی دوسرے کو خون دیتا ہے تو اس سے بھی روزہ فاسد ہو جاتا ہے، کیونکہ یہاں بھی علت پائی جا رہی ہے، یعنی جسم سے خون کا نکالنا۔

۸۔ بال اور مونچھ بنوانے، ناخن کاٹنے، خوشبو لگانے اور سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، گو کہ سرمہ لگانے سے باہر

کی چیز اندر جا رہی ہے چونکہ اس کا جواز حدیث سے ثابت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میری آنکھ میں تکلیف ہے، کیا میں روزے کی حالت میں سرمہ لگا سکتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہاں!

۹۔کان میں پانی تیل یا دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، کیونکہ جدید تحقیق کے مطابق کان کے ذریعے کوئی چیز معدہ یا دماغ میں داخل نہیں ہوتی۔ (مفطرات الصیام المعاصرۃ،ص:۳۰)

ہاں !احتیاطاً بچنا چاہئے کیونکہ قدیم فقہا کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

افطار کی اجازت

ایسا بیمار جسے مر جانے یا مرض بڑھ جانے کا خوف ہو، مسافر جو کم سے کم ۹۲ رکیلو میٹر یا اس سے زیادہ کی مسافت کا سفر کرے، حیض و نفاس والی عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو بچے کے مرنے یا بیمار ہونے یا خود کے مرنے یا بیمار ہونے کا خوف ہوتو ایسی صورت میں شریعت نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے نماز کا ایک حصہ اور روزہ مسافر سے ساقط کر دیا ہے اور حاملہ، دودھ پلانے والی عورت سے۔ (ترمذی)

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں سفر میں روزہ رکھتا ہوں اور وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو رکھو اور اگر چاہو تو نہ رکھو۔ (نسائی)

لیکن جب بھی ان مجبوریوں سے نجات پائے ان روزوں کی قضا کرے، قرآن پاک میں ہے: فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَرِيضاً اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ. (بقرہ:۱۸۴)

تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا مسافر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھے۔

اس آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ روزہ دار سخت بیمار ہونے کی صورت میں روزے کی قضا کر سکتا ہے۔

قضا، کفارہ اور فدیہ

روزہ چھوٹ جانے یا ٹوٹ جانے کی وجہ سے روزے دار پر تین چیزیں لازم آتی ہیں: ۱۔قضا م ۲۔کفارہ ۳۔فدیہ۔

قضا :عذر شرعی کی بنا پر روزہ نہ رکھنے والے پر دوسرے دنوں میں روزے کی قضا کرنا واجب ہے۔

کفارہ:عذر شرعی کے بغیر روزہ توڑنے پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہے، اگر کسی وجہ سے روزہ ٹوٹ گیا تو روزہ دار پر پورا دن روزہ دار کی طرح گزارنا واجب ہے، جیسے وضو کرتے وقت پانی حلق سے نیچے اتر گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ اب روزے دار پر پورے دن بھوکے رہنا لازم ہے، اگر کچھ کھا پی لیا تو قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوگا۔

فدیہ :دودھ پلانے والی عورت بچے کے مرنے یا مریض ہونے یا خود کے مرنے یا مریض ہونے کے خوف سے روزہ ترک کرتی ہے تو اس پر فدیہ واجب ہے اور بوڑھا آدمی جسے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں ہے اور طاقت آنے کی بھی امید نہیں ہے تو وہ فدیہ ادا کرے، قرآن شریف میں ہے:

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ. "

ترجمہ: جنھیں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو، وہ روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانے کھلائیں۔ (بقرہ،۱۸۴)

فدیہ کی مقدار علما نے دو کلو گیہوں بتایا ہے، جبکہ کفارہ کی مقدار ساٹھ دن تک لگاتار روزے رکھنا، یا پھر ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کھانا کھلانا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل و کرم سے روزہ کی برکت اور اس کی روحانیت سے حصہ عطا فرمائے۔ (آمین)

غلام مصطفی ازہری

تراویح

تراویح 'ترویحۃ' کی جمع ہے، ترویحہ کا معنی ہے آرام کرنا، کیونکہ تراویح میں چار رکعت کے بعد کچھ دیر بیٹھتے ہیں تا کہ جو تھکاوٹ ان چار رکعات کے درمیان ہوئی ہو، بیٹھنے سے قدرے آرام مل جائے۔

نماز تراویح باتفاقِ علما سنت مؤکدہ ہے، رمضان کی راتوں میں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کا اہم ذریعہ ہے، امام نخعی فرماتے ہیں: رمضان میں ایک روزہ رکھنا، ایک تسبیح پڑھنا اور ایک رکعت پڑھنا، ایک ہزار دن روزہ رکھنے، ایک ہزار تسبیح پڑھنے اور ایک ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔ (الدرالمنثور ج:۱،ص:۴۵۴)

تراویح کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (بخاری، کتاب التراویح)

ترجمہ: جس نے رمضان کے مہینے میں ایمان اور ثواب کی نیت کے ساتھ قیام کیا، اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف کردیے جائیں گے، لیکن علمائے اہل سنت کے نزدیک صرف صغیرہ گناہ معاف کیے جائیں گے کیوں کہ کبیرہ گناہ توبہ یا نبی کریم کی شفاعت یا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہی معاف ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ، کبائر سے بچنے یا نیک اعمال کی وجہ سے معاف کردیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِن تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ. (نسا:۳۱)

ترجمہ: اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمھیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کردیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الصَّلَاةُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ. (صحیح مسلم، ج:۱،ص:۱۴۴)

ترجمہ: اگر کبائر سے اجتناب کیا جائے تو پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ ان گناہوں کا کفارہ ہیں جو اُن کے درمیان سرزد ہوتے ہیں۔

آئندہ کے گناہ جو ابھی سرزد ہی نہیں ہوئے ہیں اُن کی معافی کے بارے میں توجیہ کرتے ہوئے علامہ عینی فرماتے ہیں:

''آئندہ ہونے والے گناہوں کی معافی سے کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ اس کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے محفوظ رکھے گا یا اس بات کی بشارت ہے کہ اگر گناہ بھی کیا تو معاف کردے گا۔'' (عمدۃ القاری، ج:۱۱،ص:۱۷۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تراویح کا اہتمام فرماتے تھے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینے میں آدھی رات کو نکلے اور مسجد میں نماز ادا کی، ان کے ساتھ اور لوگوں نے بھی نماز ادا کی، صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کا ذکر کیا، یہ سن کر بہت سے لوگ جمع ہوگئے، اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی، پھر صبح میں لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو پہلے سے زیادہ لوگ جمع ہوگئے، اور تیسری رات مسجد بھر گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نماز قائم کی، پھر لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز ادا کی، جب چوتھی رات آئی تو لوگ اتنے زیادہ ہوگئے کہ مسجد میں جگہ نہ رہی۔ یہاں تک کہ آپ صبح کی نماز کے لیے نکلے۔ جب آپ نے نماز ادا کر لی تو لوگوں سے مخاطب ہوئے، کلمۂ شہادت پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: نماز کے لیے تمہارا شوق مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے، لیکن مجھے یہ ڈر ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہوجائے اور تم اس کو قائم کرنے سے عاجز رہو، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور یہ نماز اسی طرح قائم رہی، یعنی لوگ انفرادی طور پر پڑھتے رہے۔ (صحیح بخاری)

تراویح کی رکعات

حضرت عمر، حضرت علی اور بہت سارے صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے تراویح کی بیس رکعات ہی مروی ہیں، اور امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بھی بیس رکعات تراویح ہی افضل ہے

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ رمضان کی ایک رات میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد گیا، دیکھا کہ کچھ لوگ الگ الگ نماز ادا کر رہے ہیں اور کچھ لوگ جماعت سے، حضرت عمر نے فرمایا:

میرے خیال میں اگر ان لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کردوں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے اس کا پختہ ارادہ کیا اور انھیں حضرت ابی بن کعب کی اقتدا میں جمع کردیا، پھر میں ان کے ساتھ دوسری رات بھی نکلا، دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز ادا کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر نے فرمایا: یہ کتنی اچھی سنت ہے، اور اس وقت نماز پڑھنے سے افضل اس وقت نماز پڑھنا ہے جب لوگ سو رہے ہوں، یعنی رات کے آخری حصے میں نماز پڑھنا بہتر ہے، اور لوگ رات کے اول حصے میں نماز ادا کر رہے تھے۔ (صحیح بخاری)

امام مالک روایت کرتے ہیں:

كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِينَ رَكْعَةً. (موطا مالک)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ ۲۳ رکعات (وتر کے ساتھ) ادا کرتے تھے۔

عَنْ اَبِي الْخَنْسَاءِ اَنَّ عَلِيًّا اَمَرَ رَجُلاً يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (مصنف ابن ابی شیبہ، سنن بیہقی)

ابوالخنساء کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی اقتدا میں لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات تراویح ادا کرنے کا حکم دیا۔

تراویح کی رکعات کے بارے میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک ضعیف روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ. (طبرانی، مصنف ابن ابی شیبہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات تراویح اور وتر ادا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی

بیس ہی رکعات تراویح ثابت ہے اگرچہ روایت ضعیف ہے مگر حضرت عمر اور حضرت علی کے قبول کرنے اور اس پر کسی صحابی کے انکار نہ کرنے کی وجہ سے یہ حدیث مرتبۂ ضعف سے مرتبۂ قبول تک پہنچ گئی بلکہ حدیث صحیح ہو گئی، علامہ جلال الدین علیہ الرحمہ نے ''تدریب الراوی'' میں لکھا ہے:

يُحْكَمُ لِلْحَدِيثِ بِالصِّحَةِ اِذَا تَلَقَّاهُ النَّاسُ بِالْقُبُولِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ اِسْنَادٌ صَحِيحٌ. (ص:۴۲)

جب لوگ کسی حدیث کو قبول کرلیں اور اس پر عمل کرنے لگیں اس حدیث پر صحت کا حکم لگایا جائے گا اگرچہ اس کی کوئی سند صحیح نہ ہو۔

خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام کا بیس رکعات پر اتفاق کرنا حدیث کی عملی روایت ہے کیونکہ یہی لوگ سنت رسول کو زیادہ جاننے والے ہیں، خاص کر رکعات نماز کے سلسلے میں کیونکہ اس میں قیاس کا کوئی دخل نہیں اور جس مسئلے میں قیاس کرنے کی گنجائش نہ ہو اور صحابی اس پر عمل کرے یا روایت کرے وہ حدیث رسول کہلاتی ہے اگرچہ اس کی نسبت رسول اللہ کی طرف نہ کی گئی ہو۔

اس کے علاوہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کو خلفائے راشدین کی اقتدا کا حکم فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْن (ابوداؤد)

میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا تمہارے لیے ضروری ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ اللہ سے ڈرو، میرے بعد میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع کرو، اس پر سختی سے عمل کرو، ان کا حکم سنو اور اطاعت کرو کیونکہ (خلاف سنت کرنا بدعت ہے) اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اسی لیے ائمہ اربعہ نے بیس رکعات تراویح کا حکم دیا ہے تو پھر اس میں قیل وقال اور لیت ولعل سے کام لینا سراسر نادانی ہے اور اسلاف کی پیروی سے روگردانی ہے۔

بعض لوگ بیس رکعات تراویح کا سختی سے انکار کرتے ہیں، حضرت عائشہ کی حدیث سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا رمضان کے علاوہ کسی بھی مہینے میں گیارہ رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (ان میں وتر کے تین رکعات بھی شامل ہیں) (صحیح بخاری)

كَانَ صَلاتُهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ ثَلاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً بِاللَّيْلِ مِنْهَا رَكْعَتَا الْفَجْرِ. (صحیح مسلم)

رمضان یا رمضان کے علاوہ کوئی بھی مہینہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات تیرہ رکعات نماز پڑھتے تھے ان میں فجر کی دو رکعت سنت (اور تین رکعت وتر) بھی شامل ہوتی۔

ان دونوں روایتوں سے صرف نماز تہجد کا ثبوت ملتا ہے، تراویح کا نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ نماز تراویح ہی تھی تو حضرت عائشہ نے حضرت عمر اور حضرت علی کو کیوں نہیں روکا جس وقت ان دونوں بزرگوں نے لوگوں کو با جماعت بیس رکعات ادا کرنے کا حکم دیا۔

ان میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو تراویح اور قیام اللیل (رات کی نماز) میں کوئی فرق نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ قیام اللیل کی طرح تراویح بھی دو دو رکعت مشروع ہے جس کے لیے تعداد متعین نہیں، اگرچہ یہ گروہ آٹھ رکعات کو ہی افضل قرار دیتا ہے، حدیث پاک میں ہے:

صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلّٰى. (بخاری، مسلم)

ترجمہ: رات کی نماز دو دو رکعت ہے جب تم میں سے کسی کو صبح صادق طلوع ہونے کا اندیشہ ہو تو اپنی نماز میں ایک رکعت ملا کر وتر کر لے۔

شیخ عبدالعزیز بن باز کی سرپرستی میں "البحوث العلمیة" نے ان لوگوں کا رد کرتے ہوئے ایک فتوی جاری کیا جو لوگ بیس رکعت تراویح پڑھنے والوں پر اعتراض کرتے ہیں:

نماز تراویح گیارہ (۱۱) رکعت یا تیرہ (۱۳) رکعت ہو، ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا اور اخیر میں ایک رکعت پر سلام پھیر کر وتر کرنا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہونے کی وجہ سے افضل ہے، اور جو لوگ بیس یا اس سے زیادہ رکعات تراویح پڑھتے ہیں، اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت ہے، جب تم میں سے کسی شخص کو صبح صادق طلوع ہونے کا خوف ہو اور اس نے ایک ہی رکعت پڑھا ہو تو اسی پر وتر کر لے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح کی رکعات متعین نہیں فرمائی اور اس لیے بھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے وتر کے علاوہ تراویح بیس رکعات پڑھی ہیں اور وہ لوگ سنت رسول کو زیادہ جاننے والے ہیں۔ (فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء فتاوی نمبر ۶۱۴۸، ج:۹، ص:۲۲۴)

محمد بن عبدالوہاب بھی بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں چنانچہ انھوں نے "مختصر الانصاف والشرح الکبیر" میں لکھا ہے: نماز تراویح سنت موکدہ ہے، جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا ہے، اور اُسے حضرت عمر کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے، اس لیے کہ آپ نے ابی بن کعب کی اقتدا میں لوگوں کو جمع کیا تھا، امام احمد کے نزدیک بیس رکعت ہی مختار ہے، اور یہی قول امام شافعی کا ہے، اور امام مالک نے چھبیس کا قول کیا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے ابی بن کعب کی اقتدا میں لوگوں کو جمع کیا تھا، جنھوں نے بیس ہی رکعت نماز تراویح ادا کی۔ (ص:۱۵۷)

اس کے علاوہ اس وقت سعودیہ عربیہ اور دیگر عرب ممالک کے علما بھی اسی کے قائل ہیں کہ بیس رکعات تراویح درست ہے اور حرمین شریفین میں آج بھی بیس رکعات تراویح ہوتی ہے، اگرچہ بعض کے نزدیک آٹھ رکعت افضل ہے۔

لیکن ہم نے گذشتہ سطور میں یہ ثابت کیا کہ بیس رکعات ہی سنت رسول وصحابہ ہے اور پورے عالم اسلام میں ہزاروں سال سے اسی پر عمل ہوتا رہا ہے، توارث کو ترک کر کے امت میں انتشار پھیلانا درست نہیں۔

تنبیہ: آج کل ہماری مسجدوں میں یہ عام طور پر دیکھا جا رہا ہے کہ کہیں تین، پانچ، دس یا پندرہ دنوں میں ختم تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس کے بعد یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ اب تراویح پڑھنے کی ضرورت نہیں، انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ رمضان کی ہر رات میں تراویح سنت موکدہ ہے، نہ ادا کرنے والا سخت گنہ گار ہوگا۔ اس لیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ پورے رمضان باجماعت تراویح کا اہتمام کرے، اگرچہ سورۂ تراویح (اَلَمْ تَرَ والی تراویح) کی شکل میں ہو یا ختم قرآن کی صورت میں، اگر ایسا نہ ہو سکے تو جہاں کہیں بھی ہوا کیلے سورۂ تراویح پڑھے، تاکہ ہمیشگی باقی رہے، روایت میں ہے:

وَأَنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ.

(بخاری، مسلم) ہمیشہ کیا جانے والا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اگرچہ کم ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتاب وسنت کے مطابق تراویح باجماعت ادا کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

مولاناضیاء الرحمن علیمی

اعتکاف:مفہوم اور حقیقت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَهِدْنَا اِلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ. (بقرہ)

ترجمہ:اور ہم نے وعدہ لیا ابراہیم اور اسمٰعیل سے کہ وہ میرے گھر کوطواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود والوں کے لیے پاک کریں۔

اعتکاف کالغوی اور شرعی مفہوم

اعتکاف عربی لفظ ہے جو بنیادی طور پر تین حروف ’ع،ک،ف‘ سے بنا ہے،اس کے مختلف معانی ہیں،ان میں منھ کے بل گرنا،کسی کام میں لگے رہنا،کسی جگہ قیام کرنا،کسی کے گرد حلقہ بنائے رکھنا،جیسے معانی شامل ہیں۔اعتکاف کی ضد ’اعراض‘ ہے،یعنی منھ پھیرنا،کسی طرف سے اپنی توجہ ہٹالینا۔

لغوی لحاظ سے اعتکاف کاتعلق دنیا سے بھی ہوسکتا ہے اور دین سے بھی،یوں ہی اس کی ضد’اعراض‘ کاتعلق بھی دین اور دنیادونوں سے ہوسکتا ہے،چنانچہ اگرکوئی دنیا سے لولگائے ہےتو وہ دنیا کا معتکف ہے،اور اگر دین سے لولگائے تو وہ دین کا معتکف ہے،یوں ہی اگرکوئی دین سے منھ پھیر لےتو وہ کافر یافاسق ہےاور اگر دنیا سے منھ پھیر لےتو وہ زاہد ہے۔

شریعت کی زبان میں اعتکاف کاایک عمومی مفہوم یہ ہے کہ اللہ عزوجل کاقرب حاصل کرنے کی نیت سے مسجد میں ٹھہرا جائے اوراس کے ایک خاص شرعی معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے روزے کی حالت میں مسجد میں قیام کیاجائے اوراس دوران جماع کوبالکل ترک کردیاجائے۔ (تفسیر مظہری،ج:۱/ص:۲۰۷،مکتبہ رشیدیہ)

اعتکاف کے دونوں شرعی معانی میں غورکرنے سے یہ خلاصہ نکلتا ہے کہ مخلوق اوراس سے تعلق رکھنے والی چیزوں سے رشتہ توڑکراللہ تعالیٰ سے لولگانے کانام اعتکاف ہے،اعتکاف سے ملتی جلتی ایک دوسری صورت وہ بھی ہے،جسے حضرات صوفیہ قدست اسرارہم کی اصطلاح میں خلوت کہاجاتا ہے،اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً. (مزمل:۸)سب سے جداہوکراللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوجاؤ۔فرق صرف اتنا ہے کہ خلوت میں مسجد کی شرط نہیں ہے،لیکن اگرخلوت بھی مسجد میں ہو تو افضل ہے،البتہ روزے کی شرط دونوں جگہ موجود ہے۔

اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

۱۔واجب،وہ اعتکاف جونذر کی وجہ سے ہو۔

۲۔سنت،وہ اعتکاف جو رمضان مبارک کے آخری دس دنوں میں ہو،یہ احناف کے نزدیک سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔

۳۔نفل،وہ اعتکاف جس کے لیے نہ وقت کی کوئی قید ہےاور نہ دنوں کے مقدار کی،چنانچہ اگرکوئی پوری عمر اعتکاف

کی نیت کرلے تب بھی درست ہے۔ البتہ اعتکاف کی کم سے کم مدت میں اختلاف ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ تھوڑی دیر کا اعتکاف بھی درست ہے اور اسی پر فتوی بھی ہے۔ یہاں ان تین قسموں کے علاوہ اعتکاف کی ایک ایسی قسم بھی ہے جو بندے پر ہر وقت فرض ہے، وہ یہ ہے کہ بندہ تمام برائیوں سے منہ پھیر کر طاعتوں اور نیکیوں پر معتکف اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور ہر وقت سنت ابراہیمی ادا کرتے ہوئے نفس وشیطان کے پیروکاروں کو یہ جواب دے:

وَأَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَاتَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَأَدۡعُوۡرَبِّى.

میں تم سے اور اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو اس سے گوشہ نشینی اختیار کرتا ہوں۔ (مریم:۴۸)

یہ اعتکاف بندہ مومن پر ہر وقت فرض ہے۔

اعتکاف کی فضیلت

اعتکاف کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں، اس کی فضیلت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

اَنَّ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعۡتَكِفُ الۡعَشَرَ الۡاَوَاخِرَمِنۡ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ.

(بخاری، ج:۱،ص:۲۷۱)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں برابر اعتکاف فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ اپنے مولیٰ کے جوار رحمت میں تشریف لے گئے۔

ایک دوسری حدیث پاک میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

هُوَيَعۡتَكِفُ الذُّنُوبَ وَيَجۡرِىۡ مِنَ الۡحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الۡحَسَنَاتِ كُلِّهَا. (ابن ماجہ:۴،ص:۵۶۷)

معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لیے ان نیکیوں پر جن میں اعتکاف کی وجہ سے وہ شریک نہیں ہو سکا اتنی نیکیاں لکھی جاتی ہیں جتنی اس کے کرنے والے کے لیے۔

اعتکاف کے مقاصد

اعتکاف کے بہت سے مقاصد ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ بندہ مومن اعتکاف کے ذریعہ ریاضت، روحانی ٹریننگ اور مولیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا موقع تھوڑی سی مدت کے لیے ہی سہی، ہاتھ آجائے اور اعتکاف سے قبل کی آلائشیں اس کے ذریعے دور ہو جائیں، اس کا ایک خاص مقصد یہ بھی ہے کہ بندہ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کے ذریعے شب قدر کو تلاش کرنے کی کوشش کرے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا پھر ترکی خیمے میں بیچ والے عشرے کا اعتکاف کیا اور پھر خیمے سے سر مبارک باہر نکال کر ارشاد فرمایا: میں نے شب قدر کی تلاش میں پہلے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر درمیانی عشرے کا اعتکاف کیا، پھر مجھے آنے والا آ کر بتا گیا کہ وہ رات آخری عشرے میں ہے، چنانچہ جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ آخری عشرے میں بھی اعتکاف کرے۔ (بخاری، ج:۱،ص:۲۷۱)

اعتکاف کے فوائد

اعتکاف کی لغوی وشرعی تعریف اوراس کی فضیلت میں وارداحادیث کریمہ میں غورکرنے سے اعتکاف کے مختلف فوائدسامنے آتے ہیں: پہلا یہ کہ اعتکاف عبادت،غوروفکراور رب تعالیٰ سے مناجات کا ذریعہ ہے،دوسرافائدہ یہ ہے کہ بندہ اس کے ذریعے کچھ دنوں تک عام گناہوں اوراُن گناہوں سے بھی محفوظ رہتاہے جولوگوں کے درمیان رہنے کی وجہ سے صادرہوتے ہیں،گویا معتکف چارطرح کے گناہوں سے محفوظ رہتا ہے، غیبت سے،چغلی سے،ریاسے،امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنے کے گناہ سےاورلوگوں کے برے اخلاق وعادات سےمتاثرہونے سے۔

تیسرافائدہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کےفتنوں اورجھگڑوں سے محفوظ رہتاہے، چوتھافائدہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کے شرسے محفوظ رہتاہے،مثلاً وہ کسی کی غیبت نہیں سنتاہےاورنہ کسی سے بدگمان ہوتاہے،پانچواں فائدہ یہ ہے کہ اس سے لوگوں کی امیدیں ٹوٹ جاتی ہیں،لہٰذابہت سے حقوق کی ادائیگی سے آزادہوجاتا ہے۔چھٹافائدہ یہ ہے کہ انسان بوجھل طبیعت والوں اوراحمق لوگوں کی صحبت سے نجات پاجاتاہے اوراس کے برے اخلاق وکردارکی نحوستوں سے مامون ہوجاتا ہے،ساتواں فائدہ یہ ہے کہ اعتکاف کی وجہ سے بندہ جن نیک کاموں میں حاضرہونے سے محروم رہ جاتاہے اعتکاف کی برکت سےان نیکیوں کا ثواب بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیاجاتاہے۔

اعتکاف کی حقیقت

ہرچیزکاایک ظاہرہوتاہےاورایک باطن،اعتکاف کابھی ایک ظاہرہےجس سے اعتکاف کا ڈھانچہ وجود میں آتا ہے اوربعض ظاہری باتیں ایسی ہیں جواعتکاف کوتوڑ دیتیں ہیں، یوں ہی اعتکاف کاایک باطن ہےجس سےاعتکاف کی حقیقت وجود میں آتی ہےاورجس کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اس کا ظاہری ڈھانچہ رہنے کے باوجود،اس کی حقیقت وجود میں نہیں آتی،چنانچہ اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ مخلوق اوراس سےتعلق رکھنےوالی تمام چیزوں سےمنھ موڑکرمکمل طورسےاپنے خالق ومالک کی جانب لولگالیاجائے،صاحب عرائس البیان شیخ روزبہان بقلی قدس سرہٗ (م۶۰۶ھ)فرماتے ہیں:

اعتکاف نفس کوقبضے میں رکھنے،برے کاموں پراعضا کی مذمت کرنےاوروقت کی رعایت وپاسبانی کانام ہےکہ وہ اس کی اطاعت اور اس کے ذکرمیں گزر رہاہے یااس کی نافرمانی اورغفلت میں ڈوباہواہے۔اگریہ باتیں پائی جارہی ہیں توتم جہاں کہیں رہومعتکف ہوگے۔

ایک دوسرےمقام پرفرماتے ہیں:

اعتکاف یہ ہے کہ روح انسانی کو بساط فردانیت پر بقا حاصل ہوگئی ہو،کیوں کہ اب وہ ماسوااللہ سےجدااورانوارازلی میں فناہوچکی ہے۔(عرائس البیان،ج:۱/۷۷)

اعتکاف کے تین درجات ہیں:

۱۔عوام کااعتکاف ۲۔خواص کااعتکاف

۳۔اخص الخواص کااعتکاف

عوام کا اعتکاف یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں ایک مدت کے لیے مخلوق سے علیحدہ ہوکر مسجد میں ٹھہرا جائے اور ازدواجی تعلق سے باز رہا جائے۔

خواص کا اعتکاف یہ ہے کہ پہلی والی شرطوں کے ساتھ ساتھ اپنے اعضا کو گناہوں سے پاک اور اسے نیکیوں میں مشغول و مصروف رکھا جائے۔

اخص الخواص کا اعتکاف یہ ہے کہ قلب کو تمام بری خواہشات، دنیاوی افکار اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک چیز سے علیحدہ ہوکر اسی کے ساتھ اس طرح مشغول کر دیا جائے کہ **وتبتل الیہ تبتیلا** (سب سے ناطہ توڑ کر اللہ سے رشتہ جوڑ لو) کی شان پیدا ہو جائے۔

اعتکاف اور ہماری صورت حال

اب ہم سب اپنے اپنے اعتکاف کا جائزہ لیں کہ جو اس کے اغراض و مقاصد ہیں، کیا ان کی تکمیل ہو رہی ہے؟ اگر ہم محاسبہ کریں تو جواب عموماً نفی میں ہوگا کیونکہ آج ہمارا اعتکاف دنیاوی آلائشوں سے آلودہ ہوکر رہ گیا ہے، ہم اعتکاف اس لیے کرتے ہیں تاکہ ہمیں اس مدت میں اہل و عیال کی پریشانیاں اور گھریلو الجھنوں سے نجات ملے، رمضان میں دس دن تک مسجد میں آنے والی قسم قسم کی افطاریوں سے ہم لطف اندوز ہوسکیں، سماج میں ہماری دینی عزت و شوکت قائم ہوسکے اور لوگ ہمیں متقی اور پرہیزگار سمجھیں یا زیادہ سے زیادہ ہم اعتکاف اس لیے کرتے ہیں کہ برکت حاصل ہو، ہمیں اس کی حقیقی معرفت نہیں ہوتی۔

بہت سے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ دس دن مسجد میں رہنے کے باوجود نماز باجماعت اور اپنے اوقات کو ذکر و اشغال میں گزارنے کا اہتمام نہیں کر پاتے، بلکہ مسجد میں بھی اپنے اوقات دنیاوی فضولیات میں صرف کرتے ہیں، گویا آج ہمارے اعتکاف کا محض ڈھانچہ رہ گیا ہے اور اس کی روح غائب ہوگئی ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلسل رمضانی اعتکاف کے باوجود ہماری زندگی میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہو رہی ہے۔ ہر درجے کے معتکف کو اعتکاف کے دوران اور اس کے بعد بھی ذاتی طور پر اپنا اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ پہلے وہ جس درجہ کا معتکف تھا اب وہ اس درجے سے آگے بڑھا، یا نہیں، اس کی کوئی روحانی ترقی ہوئی یا نہیں؟ کیونکہ معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی کے دروازے پر جا پڑے اور جب تک اس کی درخواست قبول نہ ہو، وہاں سے نہ ٹلے، اگر ہمارا اعتکاف ایسا ہوگا تو اللہ کریم ضرور ہماری التجا کو قبول فرمائے گا اور ہمارے اخلاص کے مطابق ہمیں روحانی ترقیاں عطا فرمائے گا۔

رب تعالیٰ ہمیں اعتکاف کو اس کے ظاہری و باطنی آداب کے ساتھ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

ماھنامه خضر راہ

کا پانچ ساله ممبرشپ

حاصل کریں

صرف -/900 روپے میں۔

شاهد رضا ازہری

شب قدر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ.
ترجمہ: شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

قدر کا معنی اور شب قدر

لفظ 'قدر' کا معنی ہے منزلت وشرف، یعنی یہ رات بہت عزت وشرف والی ہے۔ قدر کا ایک معنی اندازہ اور فیصلہ ہے تو ایسی صورت میں 'لیلۃ القدر' کا معنی فیصلے والی رات ہے، اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات میں قدر ومنزلت اور بزرگی والی کتاب نازل فرمائی۔ شب قدر کو شب قدر اس لیے بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسی شب میں ایک سال کے لیے بارش، رزق، جلانے، مارنے کے علاوہ دیگر تمام احکام کی ذمے داریاں فرشتوں کو عطا فرماتا ہے، اسی لیے اس رات کو فیصلے کی رات بھی کہتے ہیں۔

شب قدر کے فضائل

حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: إِنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَ سَلَّمَ أُرِیَ أَعۡمَارَ النَّاسِ قَبۡلَهٗ أو مَا شَاءَ اللّٰهُ مِنۡ ذٰلِکَ فَکَأَنَّهٗ تَقَاصَرَ أَعۡمَارَ أُمَّتِهٖ أَنۡ لا یَبۡلُغُوۡا مِنَ الۡعَمَلِ مِثۡلَ الَّذِی بَلَغَ غَیۡرُهُمۡ فِی طُوۡلِ الۡعُمۡرِ فَأَعۡطَاهُ اللّٰهُ لَیۡلَةَ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا اگلی امتوں کی عمروں کا مشاہدہ کرایا تو آپ نے اپنی امت کی عمر کو کم پایا کہ امت محمدیہ ان امتوں کے اعمال کے برابر اپنی کم عمر کے سبب نہیں پہنچ سکے گی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں شب قدر عطا فرمایا جس کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

اللہ اس رات میں زندگی، موت، رزق وغیرہ کے احکام فرشتوں کے حوالے کر دیتا ہے اور وہ چار فرشتے یہ ہیں:

۱۔ حضرت جبرائیل	۲۔ حضرت میکائیل
۳۔ حضرت اسرافیل	۴۔ حضرت عزرائیل

سال میں جس قدر بارش ہوتی ہے اسی قدر رزق ملتا ہے اور لوگوں کی حیات وموت، صحت ورزق اور تمام دوسرے امور کا تعین کیا جاتا ہے اور اس کو لوح محفوظ سے نقل کر کے ایک صحیفے میں لکھ دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ شب قدر میں یہ بھی لکھ دیا جاتا کہ کون کون حج بیت اللہ کرے گا، اُن کے نام اور اُن کے آباء واجداد کے نام لکھ دیے جاتے ہیں، نہ اُن میں کوئی کمی کی جاتی ہے نہ اضافہ۔ (الجامع لاحکام القرآن، ج:۲۰، ص:۱۳۰)

شب قدر اور احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنۡ قَامَ لَیۡلَةَ الۡقَدۡرِ إِیۡمَانًا وَاحۡتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِهٖ. (بخاری، ج:۴، ص:۵۷۴)

جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ اُنَـاسًـا مِنكُمْ قَدْ أُرُوا أَنَّهَا فِي السَّبْعِ الْأُوَلِ وَأُرِيَ نَاسٌ مِنكُمْ أَنَّهَا فِي السَّبْعِ الْغَوَابِرِ فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ . (مسلم ج:۳،ص:۱۷۰)

ترجمہ: تم میں سے کچھ لوگوں نے شب قدر کو ابتدائی سات دنوں میں دیکھا ہے اور کچھ لوگوں نے آخری سات دنوں میں دیکھا ہے، اس لیے تم اس کو رمضان کے آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔

بعض احادیث میں آخری عشرہ کی طاق راتوں کا ذکر ہے چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہے: تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِيْ الْوِتْرِ مِنَ الْعَشَرِ الْاَ وَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (بخاری ۱۵۲/۵)

ترجمہ: لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

اور بعض احادیث میں آخری سات راتوں کی صراحت ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ. (بخاری، ج:۵،ص:۱۴۹)

ترجمہ: میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگوں نے بالاتفاق خواب میں دیکھا ہے کہ شب قدر آخری سات راتوں میں ہے، چناچہ جسے شب قدر کی تلاش ہو، وہ اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

بظاہر ان تمام احادیث کے مابین اختلاف نظر آرہا ہے لیکن حضرت عبداللہ ابن عمر کی تیسری حدیث سے یہ اختلاف ختم ہوجاتا ہے۔

حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِلْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَإِنْ ضَعُفَ أَحَدُكُمْ أَوْ عَجَزَ فَلَا يُغْلَبَنَّ عَلَى السَّبْعِ الْبَوَاقِي. (مسلم، ج:۳،ص:۷۰)

شب قدر کو آخری دس دنوں میں تلاش کرو، اگر تم میں سے کسی شخص کو ضعف یا عجز لاحق ہو تو وہ آخری سات دنوں کے اندر تلاش کرنے میں سستی نہ کرے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم شب قدر کی راتوں میں بہت ہی زیادہ اہتمام کیا کرتے تھے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشَرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيَا لَيْلَهُ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ. (بخاری، ۱۶۰/۵)

جب رمضان کا آخری عشرہ داخل ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہہ بند کس کر باندھ لیتے اور اس رات کو زندہ رکھتے اور ساتھ میں اپنے اہل خانہ کو بھی بیدار رکھتے۔

یہاں تہہ بند کو کس لینے کا مطلب یہ ہے کہ پوری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت میں مصروف رہتے اور عمل زوجیت سے اجتناب فرماتے۔

شب قدر: علما کی نظر میں

متعین طور پر شب قدر کس شب میں ہے اس بارے میں صحابۂ کرام اور ائمہ عظام کے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شب قدر پورے رمضان میں کسی ایک رات میں ہوسکتی ہے، حضرت ابی بن کعب وامام احمد بن حنبل اور جمہور علما کا قول ہے کہ شب قدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ لیکن یہ سارے اقوال کشف پر مبنی ہیں، جن کو عالم کے لیے دلیل نہیں بنایا جاسکتا ہے اور نہ اس پر عقائد کی بنیاد ڈالی جاسکتی ہے۔

حقیقت میں دیکھا جائے تو رمضان کی جس رات میں تجلیات الٰہی کا مشاہدہ ہو وہی شب، شب قدر کہلانے کے لائق ہے۔

شب قدر کو پوشیدہ رکھنے کا راز

جو چیز جس قدر اہم ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ محنت سے حاصل کی جاتی ہے، چونکہ شب قدر بھی اہم راتوں میں ایک ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے شب قدر کو پوشیدہ رکھا تا کہ بندے اس رات میں محنت کریں اور کثرت سے اس کو یاد کر کے اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب قدر کی خبر دینے کی غرض سے باہر نکلے تو دیکھا کہ دو مسلمان آپس میں لڑ رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ میں تمھیں متعین طور پر شب قدر کی خبر دینے نکلا تھا لیکن فلاں اور فلاں آپس میں لڑ رہے تھے اس لیے اس رات کی تعیین اٹھا لی گئی اور ہوسکتا ہے کہ اس میں تمہارے لیے خیر ہو، لہٰذا تم انتیسویں، ستائیسویں اور پچیسویں تاریخ میں شب قدر کو تلاش کرو۔ (بخاری، ج:۱، ص:۵۳)

شب قدر کو چھپانے کی تین وجہیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ لوگوں کا جھگڑنا۔ گویا جھگڑا فساد محرومی کا سبب ہے۔

۲۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو گناہوں سے بچ نہیں پاتے، تعیین کی صورت میں اگر اس رات میں بندے سے گناہ سرزد ہو جاتا تو وہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہو جاتا اس لیے شب قدر پوشیدہ رکھی گئی۔

۳۔ کسی شخص سے اتفاقاً وہ رات چھوٹ جاتی تو وہ محروم ہو جاتا اس لیے بھی پوشیدہ رکھی گئی۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے کم نصیب وہ شخص ہے جس کو نیکی کا بہترین موقع ہاتھ آیا اور اس نے اس کو ضائع کر دیا اور اپنے لئے کچھ بھی نہ کر سکا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب رمضان کا مہینہ آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اوپر یہ مہینہ آچکا ہے، جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس رات سے محروم رہ گیا وہ گویا کہ وہ ساری چیزوں سے محروم رہا، اور اس شب کی بھلائی سے وہی محروم ہوتا ہے جو محروم ازلی ہو۔ (ابن ماجہ، ج:۱، ص:۵۲۶)

شب قدر کی دعا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قُوْلِی اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی. (ترمذی، ج:۵، ص:۵۳۴)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ! تو بیشک معاف فرمانے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے تو مجھے بھی معاف فرما دے۔

چنانچہ شب قدر میں اس یقین کے ساتھ عبادت میں مشغول رہنا چاہیے کہ بندہ اللہ کو دیکھ رہا ہے، جب بندہ اس نہج پر ذکر مولیٰ میں مشغول ہوگا تو اس وقت وہ اللہ کے اس فرمان کے مطابق عمل کرنے والا ہوگا:

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ. (حجر:۹۹)

یعنی اس قدر مستغرق ہو کر عبادت کیا کرو کہ بالآخر اللہ کے جلوے نظر آجائیں یا اگر یہ حالت پیدا نہ ہو تو یہ یقین ضرور ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ جب ہم اس طرح شب قدر میں عبادت کریں گے تبھی جا کر شب قدر کی تلاش کا مقصود حاصل ہو پائے گا۔

قد افلح من تزکیٰ (القرآن)

تصوف پر علمی، تحقیقی ودعوتی مجلہ

کتابی سلسلہ الاحسان الٰہ آباد

محترمی .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

موجودہ دور روحانی اضطراب سے دوچار ہے۔ سائنسی اور مادی ترقیاں روح انسانی کو تسکین فراہم کرنے سے قاصر ہیں۔ انسان روحانی تسکین حاصل کرنے کے لیے بیتاب ہے۔ ایسے میں اسلام ان پریشان روحوں کے درد کا درماں بن سکتا ہے لیکن عصر حاضر میں اسلام کی نمائندگی کرنے والے اپنی فکری وعملی بے اعتدالیوں کے سبب اسلامی دعوت وتبلیغ کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں اس لیے اب ضروری ہوگیا ہے کہ صالح اسلامی لٹریچر اور صوفیانہ اخلاق کے ذریعے دلوں کو مسخر کیا جائے اور بے تاب روحوں کو حقیقی سکون اور ابدی قرار بخشا جائے۔

کتابی سلسلہ الاحسان کی اشاعت کے پیچھے یہی مقصد کارفرما ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا منفرد علمی، فکری، تحقیقی اور دعوتی مجلّہ ہے۔ ہمارا مقصد، حقیقی اور عملی تصوف کے احیا کے ساتھ تصوف کے نام پر پھیلے خرافات کا خاتمہ اور غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا ہے۔ ہم محترم سے امید کرتے ہیں کہ اپنے علمی وقلمی تعاون کے ذریعے تصوف واحسان کے اس مشن کو کامیاب بنائیں گے۔

ہمیں آپ کی تحریر 15/ اکتوبر 2012 تک مطلوب ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں آپ کے نیک مشوروں اور پیغامات کا بھی انتظار رہے گا۔ پچھلے شمارے بھی آپ کو موصول ہوئے ہوں گے ان پر بھی اپنے خیالات وتاثرات سے آگاہ فرمائیں۔

مجیب الرحمن علیمی

مدیر مسئول مجلّہ الاحسان الٰہ آباد

ناشر: شاہ صفی اکیڈمی، جامعہ عارفیہ/ خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، الٰہ آباد (یو. پی.) پن کوڈ: 211001

فون: 09026981216,09899156384/ ای میل: alehsaan.yearly@gmail.com

جہانگیر حسن

صدقۂ فطر

اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے، اس کا ہر قانون اٹل اور ہر دستور نافذ العمل ہے، لیکن یہ قانون محض اللہ کی بادشاہت کو ہی ثابت نہیں کرتا، بلکہ اس کے کچھ اہم پہلو بھی ہیں۔ اس کا ہر قانون ایک طرف بندے کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے جوڑتا ہے تو دوسری طرف مخلوق کے دلوں میں اتحاد واتفاق کا نور پیدا کرتا ہے، مثلاً صدقۂ فطر کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف روزہ دار کے روزے کو نقص وعیب سے بچانے کا سامان فراہم کیا ہے، بلکہ غریب ونادار اور محتاج ومسکین کی کفالت کے اسباب بھی مہیا کرائے ہیں۔

صدقۂ فطر کی تعریف

شریعت کی اصطلاح میں صدقۂ فطر اس مال کو کہتے ہیں جسے مسلمان عید کے دن محتاجوں کے لیے نکالتا ہے تاکہ اس کو پاکیزگی حاصل ہو۔

صدقۂ فطر کی برکت

صدقۂ فطر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے، جس کی ادائیگی کا حکم پہلی بار ماہ رمضان ۲ ہجری میں دیا گیا، صدقۂ فطر سے جہاں روزہ دار کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے وہیں مساکین وغربا کی معاونت بھی ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ بیہودہ اور بری باتوں سے روزہ دار کو پاکی حاصل ہو، اور مسکینوں کے لیے کھانے کا سامان ہو۔

(ابوداؤد، باب زکاۃ الفطر)

گویا صدقۂ فطر ادا کرنے سے بیک وقت تین اہم امور انجام پاتے ہیں:

۱۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔

۲۔ روزہ دار کے روزے میں جو کچھ نقص اور عیب رہ جاتا ہے وہ دور ہوتا ہے۔

۳۔ مساکین کی حاجت پوری ہوتی ہے

اور یہ تینوں باتیں اپنی اپنی جگہ خیر وبرکت اور اجر وثواب کی ضامن ہیں۔

صدقۂ فطر واجب ہے

صدقۂ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے، خواہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا، حاضر ہو یا غائب۔

حاکم اور بیہقی نے روایت کی ہے:

صدقۂ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، حاضر ہو یا غائب، دومُد گیہوں دے یا ایک صاع جو یا پھر ایک صاع کھجور۔

امام المحدثین شیخ محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعاً مِّنْ تَمْرٍ اَوْصَاعاً مِّنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. (صحیح بخاری)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور صدقۂ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، مسلمان پر فرض فرمایا، خواہ غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا۔

صدقۂ فطر اور ائمہ کا نظریہ

احناف کے نزدیک صدقۂ فطر کے لیے مالک نصاب (ساڑھے سات تولہ سونا، یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا پھران دونوں میں سے کسی ایک کی قیمت کا مالک) ہونا ضروری ہے، البتہ اس کے لیے مکمل سال کا گذرنا ضروری نہیں، اگر کوئی عید کے دن طلوع فجر کے وقت بھی مالک نصاب ہوا، اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ جبکہ دوسرے ائمہ کے نزدیک صدقۂ فطر کے لیے مالک نصاب ہونا ضروری نہیں ہے۔ (کتب فقہ)

صدقۂ فطر کی مقدار

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيبٍ ." (صحیح بخاری، باب صدقۃ الفطر)

ترجمہ: ہم لوگ صدقۂ فطر میں ایک صاع طعام، یا ایک صاع جو، یا کھجور یا پنیر یا کشمش نکالتے تھے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری ہی سے وایت ہے:

قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ إِذَا كَانَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم زَكٰوةَالْفِطْرِ عَنْ كُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيبٍ ،فَلَمْ نَزَلْ نُخْرِجُهُ حَتَّى قَدِمَ عَلَيْنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِى سُفْيَانَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا فَكَلَّمَ النَّاسَ عَلَى الْمِنبَرِ فَكَانَ فِيمَا كَلَّمَ بِهِ النَّاسَ أَنْ قَالَ إِنِّى أَرٰى أَنَّ مُدَّيْنِ مِنْ سَمْرَاءِ الشَّامِ تَعْدِلُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ فَأَخَذَ النَّاسُ بِذٰلِكَ . قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَأَمَّا أَنَا فَلاَ أَزَالُ أُخْرِجُهُ كَمَا كُنْتُ أُخْرِجُهُ أَبَدًا مَا عِشْتُ . (باب زکاۃ الفطر)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے زمانے میں صدقۂ فطر نکالتے تھے، ہر چھوٹے اور بڑے، آزاد اور غلام کی جانب سے ایک صاع کھانا یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع انگور، ہم اسی قدر صدقۂ فطر نکالتے رہے کہ حضرت امیر معاویہ ابن ابی سفیان حج یا عمرہ کے لیے تشریف لائے، لوگوں سے خطاب کیا اوران سے کہا کہ میرے خیال میں شام کے سرخ گیہوں کے دومُد ایک صاع کھجور کے برابر ہے، چنانچہ لوگوں نے اس پر عمل کیا، ابوسعید کہتے ہیں لیکن میں پہلے ہی کی طرح نکالتا رہا جب تک زندہ رہا۔

صاع: تقریباً چار کلوگرام وزن کرنے کا پیمانہ۔

مُد: تقریباً دو کلوگرام وزن کرنے کا پیمانہ۔

تنبیہ: حضرت امیر معاویہ کے اس قیاس کو لوگوں نے قبول کیا اور اسی پر علمائے احناف کا بھی عمل ہے کہ گیہوں میں نصف صاع اور دیگر اشیا میں ایک صاع صدقۂ فطر ہے۔

صدقۂ فطر کی نوعیت

صدقۂ فطر میں جن چیزوں کے دینے کا ذکر ملتا ہے، وہ یہ ہیں: گیہوں، جو، کھجور، کشمش، آٹا، ستو، پنیر، روپے پیسے وغیرہ۔

امام اعظم کے نزدیک صدقۂ فطر میں سب سے قیمتی چیز دینا افضل ہے اور قیمت کا دینا زیادہ اچھا ہے۔

امام شافعی کے نزدیک صدقۂ فطر میں چاول، دال، چنا وغیرہ دیا جاسکتا ہے، گندم دینا بہتر ہے، قیمت دینا جائز نہیں۔

امام مالک کے نزدیک صدقۂ فطر میں ہر وہ چیز دینا جائز

ہے جو عام انسانوں کی خوراک ہو،البتہ کھجور دینا افضل ہے، قیمت دینا مکروہ ہے۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک صدقۂ فطر میں ہر وہ پھل یا غلہ جو غذا کے لیے استعمال ہوتا ہو، دینا جائز ہے۔البتہ کھجور افضل ہے،لیکن قیمت دینا جائز نہیں۔ (کتب فقہ)

صدقۂ فطر ادا کرنے کا وقت

صدقۂ فطر ادا کرنے کا مستحب وقت چاروں امام کے نزدیک عید کے دن فجر کی نماز کے بعد، عیدگاہ جانے سے پہلے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

جس نے نماز عید سے پہلے صدقۂ فطر ادا کیا تو یہ مقبول صدقہ ہے اور جس نے نماز عید کے بعد ادا کیا تو یہ صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے۔ (ابوداؤد، باب زکاۃ الفطر)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ اَنْ تُؤَدّٰی قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ اِلَی الصَّلٰوةِ. (صحیح مسلم، باب زکاۃ الفطر)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ صدقۂ فطر عید کی نماز کے لیے لوگوں کے نکلنے سے پہلے ادا کردو۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عیدگاہ نکلنے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔راوی کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن عمر عید سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے صدقۂ فطر ادا کیا کرتے تھے۔

(سنن ابی داود، ج:۲،ص:۲۵)

صدقۂ فطر نہ ادا کرنے کا انجام

اگر صدقۂ فطر ادا کرنے سے اجر وثواب ملتا ہے تو اس کے نہ ادا کرنے پر سزا بھی دی جاتی ہے اور روزے کو زمین وآسمان کے درمیان لٹکا دیا جاتا ہے، حدیث پاک میں ہے:

عن أنس بن مَالكٍ صِيَامُ الرجلِ مُعَلّقٌ مَا بَين السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ حَتّٰى يُعْطِى صَدَقَةُ الْفطرِ.

(دیلمی، ج:۲،ص:۳۹۵،خطیب وابن عساکر)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انسان کا روزہ آسمان اور زمین کے بیچ لٹکا رہتا ہے جب تک کہ وہ صدقۂ فطرہ نہ دیدے۔

ابن عساکر کی روایت ہے کہ بندے کا روزہ آسمان اور زمین کے بیچ لٹکا رہتا ہے جب تک کہ وہ صدقۂ فطر نہ ادا کردے۔

(خطیب، ج:۹،ص:۱۲۱، وابن عساکر۴۳/۹۳)

صدقۂ فطر کے حقدار

صدقۂ فطر کے اصل حقدار بھی وہی لوگ ہیں جنھیں زکاۃ کا حقدار قرار دیا گیا ہے،البتہ محتاجوں،فقیروں اور مسکینوں کو صدقۂ فطر دینا زیادہ بہتر اور افضل ہے، تاکہ اس کے لیے آسودگی کا سامان مہیا ہو، اور اس کی محتاجی دور ہو۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر فرض کیا اور فرمایا کہ عید کے دن محتاجوں کو آسودہ اور غیر محتاج کردو۔ (بیہقی، دارقطنی)

ان تمام باتوں کا خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ صدقۂ فطر واجبی طور پر ادا کرے اور اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ صدقۂ فطر کو اس کے اصلی حقدار تک پہنچائے، تاکہ صدقۂ فطر کا اصل مقصد پورا ہو، اور اللہ کی رضا بھی حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ناحق سے بچائے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

☆☆☆

سرزمین بہار پر علم و ایمان کا جامع تعلیم و تربیت کا سنگم اور صوفیانہ روایات کا حامل ادارہ

دارالعلوم تاج الشریعہ

Darul Uloom Tajushsharia

زیر سایۂ کرم

تاج الشریعہ حضور **اختر رضا خاں**

قادری ازہری، قاضی القضاۃ فی الہند

زیر سایۂ عاطفت

داعئ اسلام حضرت شیخ ابوسعید شاہ

احسان اللہ محمدی صفوی مدظلہ العالی

زیر قیادت وسرپرستی

حضرت علامہ سید **محمد ارشد اقبال** رضوی مصباحی

مقیم ساؤتھ افریقہ، بانی ادارہ ہذا

تعارف ادارہ:

دینی وعصری علوم کی اشاعت کے لیے ۲۰۰۶ء میں دارالعلوم تاج الشریعہ کا قیام عمل میں آیا، اس وقت یہاں ۲۰۰ مقامی و بیرونی طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں، باصلاحیت اور متحرک اساتذہ نہایت نظم واہتمام کے ساتھ ابتدائی درجات (اول تا پنجم) درجۂ حفظ مع تجوید اور ابتدائی درجات نظامیہ (اعدادیہ تا ثانیہ) کی تعلیم وتدریس میں مصروف ہیں۔ ابھی ادارہ ایک وقف کردہ عمارت میں چل رہا ہے جس کی بالائی منزل کی تعمیر ہو چکی ہے لیکن مستقبل کے مقاصد اور طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر یہ عمارت ناکافی تھی اس لیے مخیّرین قوم کے تعاون سے دارالعلوم کے لیے سوا سات کٹھے (13775sq.) زمین حاصل کر لی گئی ہے، جس میں سوا کٹھے پر مشتمل تالاب بھی شامل ہے۔ اس پر ادارہ کے لیے عالی شان عمارت تعمیر کرنے کا ارادہ ہے۔ ادارے میں درس نظامی کی تعلیم الجامعۃ الاشرفیہ کے نصاب کے مطابق ہوتی ہے اور ابتدائی درجات کی تعلیم اسلامی تعلیمی بورڈ آف انڈیا کے تیار کردہ نصاب کے مطابق ہو رہی ہے۔ ادارے میں ایک لائبریری بھی ہے جس میں فی الوقت مصادر ومراجع کی اہم کتابیں موجود ہیں۔ اس سال مسجد ذوالنورین کی بھی بنیاد پڑ چکی ہے۔ جس پر ساٹھ سے ستر لاکھ کا خرچ آنے کا تخمینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ قوم کے دردمندوں نے فرزندان ملت پر اپنی جو پاکیزہ کمائی صرف کی تھی اس کا نتیجہ دارالعلوم سے ۱۳؍طلبۂ حفظ کی فراغت کی شکل میں اس سال سامنے آگیا۔ دارالعلوم کے صحن میں عظیم الشان جلسۂ دستار بندی کا انعقاد ہوا اور نونہال حفاظ کے سروں پر حفظ کی دستار سجائی گئی۔ ادارہ ہر گزرتے دن کے ساتھ ترقی کی منزلیں طے کرنے میں مصروف ہے لہٰذا دردمندان قوم اور اصحاب ثروت سے اپیل ہے کہ وہ بہار کے اس نوخیز اور زندگی سے معمور ادارہ کے استحکام، اس دینی وتربیتی قلعے کی حفاظت اور اس مشن کے فروغ میں بڑھ چڑھ کر حصے داری کی کوشش کریں اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اجر عظیم کے مستحق ہوں۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔

الداعی: **محمد عارف اقبال مصباحی**: ڈائرکٹر دارالعلوم تاج الشریعہ Mob: 9931431786

اعلان داخلہ:

ادارہ ۱۰؍شوال کو کھل جائے گا لہٰذا درجۂ حفظ تا ثانیہ میں داخلے کے خواہش مند طلبہ اپنے ذمہ داران کے ساتھ ۱۵؍شوال تک دارالعلوم کے صدر المدرسین سے رابطہ کرلیں۔ مولانا غلام مصطفیٰ (صدر المدرسین) Mob: 9939711280

دیگر رابطہ نمبر: مولانا حافظ غلام مرتضیٰ صاحب (صدر شعبۂ حفظ) Mob: 9708018399

حافظ وقاری محمد یاسر عرفات صاحب (مدرس) Mob: 94070461436 / حافظ وقاری شمیم صاحب (مدرس) Mob: 9334412816

المشتہر: **محمد ابو ظفر نیازی** سکریٹری

دارالعلوم تاج الشریعہ محلّہ مصری گنج، کوتوالی چوک، مدھوبنی، بہار۔ Mob: 9234263852

مولاناعبدالرحمن سعیدی

رمضان:روحانی تربیت کا مہینہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت و بندگی کے لیے پیدا فرمایا ہے لیکن آج انسان اس کو چھوڑ کر برائی اور بدکرداری میں مبتلا ہو گیا ہے، قلب وروح کو پاک وصاف کر کے اس کا مقرب ہونے کی بجائے نافرمانی اور بداعمالی کے ذریعے اس سے دور ہوتا جا رہا ہے، یہ صرف اور صرف نفس وشیطان کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ دونوں ہمہ وقت انسان کو عبادت و بندگی سے دور کر کے برائی اور گندگی کی طرف مائل کرتے ہیں، قلب وروح کو پراگندہ کر کے انسان کو خدا کی یاد سے غافل کر دیتے ہیں، مگر اللہ رب العزت نے اپنے فضل وکرم سے سال میں رمضان کے نام سے ایک ایسا روحانی نظام بنایا ہے جس کی روشنی میں انسان نفس وشیطان کے مکر وفریب سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے اور عبادت و بندگی کے ذریعے اپنے آپ کو قابل بخشش بنا سکتا ہے، کیونکہ رمضان مبارک نہایت خیر و برکت اور ایمان وعبادت کا مہینہ ہے۔ مسلمان کو مسلمان بن کر اپنے اعمال کو اللہ کی خوشنودی کے مطابق ڈھالنے کا مہینہ ہے اور پروردگار عالم کی محبت ورضا کے لیے نفس کو مارنے کا مہینہ ہے۔

رمضان دراصل بہت سے اعمال صالحہ کا مجموعہ ہے، اس میں بندے کو آخرت کے لیے اجر کمانے، مال خرچ کر کے رضائے الٰہی حاصل کرنے اور حقیقی خالق و مالک کی یاد سے دل کو جگمگانے کے لیے روزہ، نماز اور تلاوت کا خاص موقع ملتا ہے، زبان وہاتھ کو نیکی اور بھلائی کا پابند بنانے کا ماحول اور اپنے وقت کو ستھرے اور پاکیزہ کاموں میں صرف کرنے کا سلیقہ معلوم ہوتا ہے اور ساتھ ہی انسان کو اپنی تمام نفسانی خواہشات سے رکنے اور روحانیت سے قریب ہونے کا موقع بھی میسر آتا ہے۔

اس لیے کہ رمضان مبارک میں شیاطین زنجیروں میں قید کر دیے جاتے ہیں، اس کے نتیجے میں نیکی کرنے والوں کو نیکی کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور برائی اختیار کرنے والوں کا برائی کی طرف اتنا میلان نہیں رہتا جتنا کہ رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں رہتا ہے۔

شیطان تو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا اب رہی بات نفس عمارہ کی جو زندگی کی بہت سی برائیوں کو اختیار کرنے پر اکساتا رہتا ہے، یہ قید نہیں ہوتا مگر ہاں! بہت ہی کمزور ہو جاتا ہے، اس لیے کہ برے اعمال واقدامات میں اُسے جس کے سہارے اور مدد کی خاص ضرورت ہوتی ہے وہ تو قید میں ہے، مزید اُسے روزہ اور بھی کمزور کر دیتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے روزہ میں یہ طاقت رکھی ہے کہ وہ بھوک اور پیاس کے سبب نفس کی خرابیوں کے اثر کو ختم کر دے اور یہ بات بھی مسلّم ہے کہ انسان کا پیٹ جب خالی ہوتا ہے اور اُسے پیاس کا احساس ہوتا ہے تو برائیوں کی طرف اُس کا رجحان کمزور پڑ جاتا ہے، برخلاف اس کے کہ جب انسان کا پیٹ بھرا رہے تو اس سے نفس کو طاقت ملتی ہے جس کے سبب برائیوں کی طرف اس کا میلان اور جھکاؤ زیادہ ہوتا ہے، اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص کونفسانی خواہش زیادہ ہوتی ہو،اوروہ نان و نفقہ پر قادر نہ ہونے کے سبب ازواجی زندگی اختیار نہ کر سکے تو روزہ رکھے تا کہ وہ اپنی نفسانی خواہش پر غالب آسکے اوراس کی وجہ سے غلط کاموں میں مبتلا نہ ہوجائے،اسی لیے بزرگان دین اورصوفیائے کرام نے نفس پر قابو پانے کے لیے اپنے مریدین کو فاقہ کرنے اور بھوکے رہنے کی تلقین کی ہے اوراُن سے نفلی روزہ بھی رکھوائے ہیں تاکہ اُن کا نفس کمزور ہوجائے اورروح میں تازگی پیدا ہو،اورعبادت وریاضت میں خشوع و خضوع ملنے لگے۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو روزہ ایک عظیم عبادت ہے، اس وقت جب کہ روزہ کو اس کے آداب اور مقرر کردہ احتیاطوں کے ساتھ ادا کیا جائے،روزہ ظاہر میں فجر کے وقت سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اورازدواجی عمل سے بچنے کا نام ہے لیکن اس کے ساتھ جھوٹ سے،غیبت سے اورزبان وہاتھ کے دوسرے گناہوں سے بھی مکمل پرہیز کرنے کا نام ہے،حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلُ بِه فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَه' وَشَرَابَه'. (صحیح بخاری)

ترجمہ:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جوشخص جھوٹ بولنا اوراس پرعمل کرنا نہ چھوڑے تو اس کے بھوکے اور پیاسے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

مطلب یہ ہوا ہے کہ کسی نے روزہ رکھا اور کھانے سے پرہیز کیا لیکن غیبت،جھوٹ جیسے کاموں سے پرہیز نہیں کیا تو ایسے شخص کا روزہ بیکار ہوگیا،اسی لیے بعض ائمہ کے یہاں جھوٹ بولنے اورغیبت کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ روزہ کا ظاہری عمل تو انجام پاجاتا ہے کہ اصل شرط پوری ہوگئی،البتہ!بعض آداب کا لحاظ نہ کرنے کے سبب روزے کا ثواب جاتا رہتا ہے۔

رمضان کو اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کا مہینہ بنایا ہے،اس میں جس قدر نیکی جمع کرنے کی صورتیں ہیں دوسرے مہینے میں نہیں، روزہ خود ایک بڑا عمل ہے پھراس میں نفل نمازیں ہیں، تلاوت قرآن مجید ہے،غریبوں کی امداد ہے،زکوۃ وفطرہ کا ادا کرنا ہے، ہروقت کھانے اور پینے سے رکے رہنا ہے اورزہد کی کیفیت کومحسوس بھی کرنا ہے۔

رمضان دراصل نفس کو قابو میں کرنے اور اس کی بری طاقت کو کمزور کرنے کا ایک سالانہ تربیتی نظام ہے،اس نظام سے ہر مسلمان کوسال میں ایک مرتبہ گزرنا پڑتا ہے،ضرورت ہے کہ جس طرح ہم زندگی کی ضروریات کے لیے کسی سالانہ تربیتی کیمپ یا تربیت گاہ میں اپنا وقت،توجہ وعمل کے ساتھ گزارتے ہیں،اسی طرح ہم اپنی زندگی کو رمضان کے اس مہینے میں بھی اس کے آداب واحکام کے مطابق گزاریں تاکہ ہم اس سالانہ تربیت اورروحانی نظام سے پوری طرح کامیاب ہوکرایک صالح اورسچا مسلمان ہوکرواپس لوٹیں۔

☆☆☆

محمدفیضان عزیزی

زکوۃ: فضائل و مسائل

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا حکم دے کر اپنے بندوں کو نہ صرف خود سے قریب ہونے کا موقع عطا کیا ہے بلکہ سماج و معاشرے کو محبت و ہمدردی اور بھائی چارگی کا انوکھا نسخہ بھی بتایا ہے تا کہ ہر مسلمان خواہ امیر ہو یا مسکین ایک عمدہ زندگی گزار سکے۔

زکوٰۃ کی تعریف

زکوٰۃ عربی لفظ ہے، لغت میں اس کا معنی ہوتا ہے ''پاک کرنا'' اور ''نمو پانا''۔

شریعت کی اصطلاح میں مال کا وہ حصہ جو شریعت نے مقرر کیا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نکالنے اور کسی مسلمان فقیر مسکین کو اس کا مالک بنا دینے کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔

زکوٰۃ کے اقسام

جن چیزوں پر زکوٰۃ نکالی جاتی ہے، اس کی چھ قسمیں ہیں:

۱۔ جانوروں کی زکوٰۃ ۲۔ سونے چاندی کی زکوٰۃ

۳۔ مال تجارت کی زکوٰۃ ۴۔ خزانہ و معدنیات کی زکوٰۃ

۵۔ زمین کی فصل کی زکوٰۃ ۶۔ صدقہ فطر

زکوٰۃ کن پر فرض ہے ؟

ہر مالک نصاب پر خواہ مرد ہو یا عورت زکوٰۃ فرض ہے، جب مسلمان مرد یا عورت ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی کا مالک ہو یا اگر سونا چاندی میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر روپے پیسے کا مالک ہو، اور اس قدر دھن دولت کا مالک وہ لگاتار سال بھر تک رہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے اور اگر تجارت کا مال ہے تو اتنی ہی قیمت کے مال پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، اسی کو شریعت کی زبان میں مالک نصاب کہتے ہیں۔

زکوٰۃ کی مقدار

سونے، چاندی، مال تجارت یا روپیہ پیسہ پر زکوٰۃ ڈھائی فیصد دی جاتی ہے، جیسے ایک لاکھ میں ڈھائی ہزار۔

زکوٰۃ کی فرضیت

زکوٰۃ اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے اس کا ادا کرنا ایسے ہی ضروری ہے جیسے نماز قائم کرنا اور روزے رکھنا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ.'' (بقرہ:۴۸) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے:

۱۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۲۔ نماز قائم کرنا ۳۔ زکوٰۃ دینا

۴۔ روزے رکھنا ۵۔ حج ادا کرنا۔ (بخاری و مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جہاں دنیا اور آخرت میں اچھا بدلا دینے کا وعدہ فرمایا ہے وہیں زکوٰۃ نہ ادا کرنے والوں کے لیے سخت سزائیں بھی مقرر کر رکھی ہیں۔

زکوٰۃ دینے والوں کی فضیلت

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''متقی وہ لوگ ہیں جو ہم نے اُنھیں دیا ہے اُس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔'' (بقرۃ:۳)

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ اس میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے

سے مراد یاز کوٰۃ ہے،جیسا کہ دوسری آیت مقدسہ میں ہے:

''یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ.'' (مائدہ) کہ نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں جھکے ہوئے ہیں۔

یا اللہ کی راہ میں مطلق خرچ کرنا مراد ہے خواہ وہ فرض ہو یا واجب، جیسے زکوٰۃ اور اپنے اہل وعیال کا نفقہ، خواہ مستحب ہو جیسے صدقات نافلہ اور ایصال ثواب وغیرہ۔ (خزائن العرفان)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:''خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا.'' (توبہ:۱۰۳)

ترجمہ: اے محبوب! اُن کے مال میں سے صدقہ لو، جس کی وجہ سے تم اُنھیں پاکیزہ اور ستھرا بنادو۔''

''وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوْنَ.'' (مومنون:۴)

اور فلاح پاتے ہیں وہ لوگ جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے والے کو تقویٰ حاصل ہوتا ہے، وہ گناہوں سے پاک اور صاف ہوتے ہیں اور دین و دنیا میں بھی اُنھیں بڑی فلاح و کامیابی ملتی ہے۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں پر عذاب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

''وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.'' (آل عمران:۱۸۰)

اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اس کے ساتھ جو اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا، وہ گمان نہ کریں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے بلکہ یہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب وہ چیز جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن اُن کے گلے کا طوق ہوگا۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں انھیں دردناک عذاب کی خبر سنادیں، جس آتش جہنم میں وہ تپائے جائیں گے اور ان سے اُن کی پیشانیاں اور بغلیں اور پشت داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہ ہے جو تم نے اپنے نفس کے لیے جمع کیا تھا تو اب چکھو مزہ اس کا جو جمع کرتے تھے۔'' (توبہ:۳۴-۳۵)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

جس کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی صورت میں کردیا جائے گا جس کے سر پر دو چتّیاں ہوں گی، وہ سانپ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا پھر اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ (صحیح بخاری)

یاد رہے کہ سانپ شروع میں بغیر بالوں والا ہوتا ہے، ایک ہزار سال کے بعد اس کے بال آتے ہیں پھر اگلے ایک ہزار سال کے بعد اس کے بال گر جاتے ہیں وہ گنجا ہو جاتا ہے اور جب سانپ زیادہ پرانا اور گنجا ہوتا ہے تو اس کا زہر بھی اتنا ہی زیادہ دردناک ہوتا ہے، اللہ اس سے ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

زکوٰۃ کن لوگوں کو دی جائے گی؟

زکوٰۃ کے حقدار کون ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

زکوٰۃ فقرا و مساکین کے لیے ہے اور اُن کے لیے جو زکوٰۃ کی تحصیل پر مقرر ہیں اور وہ جن کے قلوب کی تالیف مقصود ہے اور غلام آزاد کرانے کے لیے، قرضداروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کے لیے یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (توبہ:۶۰)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کے اصل حقدار آٹھ قسم

کے افراد ہیں:

۱۔**فقیر**: وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ مال ہومگر اتنا نہ ہو کہ نصاب کو پہنچ جائے یا نصاب کی مقدار تو ہولیکن اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہو، جیسے رہنے کا مکان وغیرہ۔

۲۔**مسکین**: وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو، یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے بھی دوسروں کا محتاج ہو۔

۳۔**عامل**: وہ ہے جسے بادشاہ اسلام یا امیر نے زکوٰۃ اور عشر وغیرہ وصول کرنے کے لیے مقرر کیا ہو۔

۴۔**مؤلفۃ القلوب**: وہ لوگ جن کے دلوں کو اسلام کے لیے نرم کیا جائے۔

۵۔**رقاب**: اس سے مراد مکاتب غلام کو دینا ہے تاکہ وہ زکوٰۃ کے مال سے کتابت کا بدلہ ادا کرے اور غلامی سے اپنے آپ کو آزاد کرے۔

۶۔**غارم**: اس سے مراد ایسا قرضدار شخص ہے جس پر اتنا قرض ہو کہ اسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے، اگرچہ اس کا قرض اوروں پر باقی ہو لیکن لینے پر قادر نہ ہو، ساتھ ہی مقروض ہاشمی نہ ہو۔

۷۔**فی سبیل اللہ**: یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، جیسے کسی غریب کو حج کے لیے دے دینا یا کسی غریب طالب علم کو پڑھنے کے لیے دینا۔

۸۔**ابن سبیل**: یعنی وہ مسافر جس کے پاس مال نہ ہو زکوٰۃ لے سکتا ہے، اگرچہ اس کے گھر مال موجود ہومگر اسی قدر لے سکتا ہے جس سے اس کی حاجت پوری ہوتی ہو۔

اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ جس طرح وہ نماز، روزہ، حج کو اہم اور فرض سمجھتے ہیں اور اُن فرائض کو مقررہ وقت پر ہی ادا کرتے ہیں اسی طرح زکوٰۃ ادا کرنے کو بھی فرض جانیں اور اُسے مقررہ وقت پر ہی ادا کریں اور اصل حقدار ہی کو زکوٰۃ کا مال دیں، ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور کل قیامت میں ایسے لوگوں پر سخت عذاب ہوگا۔

☆☆☆

شاہی پروڈکٹس

کے لیے

مندرجہ ذیل ایجنسیوں پر رابطہ کریں۔

حافظ سرفراز، دھاراوی ممبئی — 09323861303

خانقاہ نعمتی، مٹیا برج، کولکاتہ — 09831746380

دہلی آفس: 47/14 فرسٹ فلور، ایچ بلاک، بٹلہ ہاؤس، اوکھلا، نئی دہلی۔۲۵

Mob: 09899156384

طارق رضا

قرآن اور تلاوت قرآن

قرآن شریف اللہ کی کتاب ہے جس کو اس نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور جس طرح ہمارے نبی سارے عالم کے لیے رحمت اور ہدایت بن کر تشریف لائے ،ٹھیک اسی طرح قرآن مقدس کو بھی اللہ تعالیٰ نے سارے عالم کے لیے ہدایت بنا کر نازل کیا ہے۔

یہ قرآن مقدس کی انفرادیت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد بھی ’ھُدًی لِلنَّاس‘ اور ’تِبْیَانًا لِکُلِّ شَیْءٍ‘ کی مکمل تصویر پیش کررہا ہے۔ یہ وہ گنج گراں مایہ ہے جو سارے عالم انسانیت کے لیے ارجمندی اور خوش بختی کا عظیم سرمایہ ہے۔

قرآن، ہر کتاب سے افضل

کتاب کی اہمیت اس کے لکھنے والے سے ہوتی ہے، مصنف جس قدر بلند رتبہ والا ہوگا اس کی کتاب بھی اسی طرح مقبول ومعتبر ہوگی ، یہ دنیا کی کتابوں کا حال ہے تو اندازہ لگائیے کہ قرآن مجید جو اللہ کا کلام ہے اس کا رتبہ کتنا بلند ہوگا، اللہ تعالیٰ کی شان سب سے عظیم اور برتر ہے تو اس کا کلام بھی سب سے اعلیٰ وافضل ہوگا، پس واضح ہو گیا کہ قرآن مبین کلام اللہ ہونے کے سبب بقیہ تمام کتابوں پر فوقیت رکھتا ہے۔

قرآن مقدس کی عظمت اس بات سے بھی واضح ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا نہیں جو اپنی کتاب کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچادے اور قیامت تک اپنی کتاب کی حفاظت کرے، لیکن اللہ تعالیٰ کی واحد ذات ہے جس نے اپنی کتاب کو دنیا کے تمام گوشوں میں نہ صرف پہنچایا ہے بلکہ انگنت لوگوں کے دلوں میں اُسے محفوظ بھی کردیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ. (نحل)

ترجمہ: یقیناً ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

قرآن کا معجزہ ہونا

دنیا میں جتنے بھی انبیاو مرسلین تشریف لائے سب کو معجزہ عطا کیا گیا، تاکہ اپنی نبوت ورسالت پر بطور دلیل پیش کریں، ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن مقدس بطور معجزہ ملا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۳ سال تک نازل ہوتا رہا۔ یہ مقدس کتاب قیامت تک ہر عام وخاص کے لیے رحمت وہدایت کا سرچشمہ ہے اور ایسا معجزہ ہے جس کے سامنے عرب کے بڑے بڑے فصحا بھی دنگ ہیں اور قیامت تک کی نسل انسانی کے لیے ’فَأْتُوا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِھَا‘ ایک چیلنج کی صورت میں موجود ہے۔ اس حقیقت اور سچائی کے باوجود اگر کوئی حق سے انجان ہے تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔

تلاوت قرآن کی فضیلت

حدیث شریف میں ہے:

’’اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ‘‘ عمل کا دارومدار نیتوں پر

ہے۔کسی بھی نیک کام کا ثواب اس وقت تک نہیں ملتا جب تک نیت صالح نہ ہو، اسی لیے اگر جائز ومباح کاموں میں صالح نیت کی جائے تو وہ بھی کارثواب بن جاتا ہے، اب اگر تلاوت قرآن صرف برکت اور مشکلوں سے بچنے کے لیے ہوتو گویا ہم نے اللہ کے حکم پر کماحقہ عمل نہیں کیا، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر قرآن پڑھیں اور نیت کرلیں کہ تلاوت سے ہمارے دل نرم ہوں گے اور ایمان و ایقان کو تقویت پہنچے گی، قرآن شریف میں آیا ہے:

وَاِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡهِمۡ آیَاتُه' زَادَتۡهُمۡ اِیۡمَانًا. ''(انفال)

ترجمہ: اور جب ان پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان وایقان کو تقویت پہنچتی ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دل میں نرمی پیدا ہوگی اور اللہ تک پہنچنے کی راہیں ہموار ہوں گی اور ذہن کے بند دریچے کھلیں گے۔

قرآن کریم کے آداب میں یہ بھی ہے کہ دھیرے دھیرے خوش آوازی کے ساتھ سمجھ کر تلاوت کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَتِّلِ الۡقُرۡآنَ تَرۡتِیۡلاً. (مزمل)

ترجمہ: اور قرآن کو ترتیل سے پڑھا کرو۔

قرآنی آیات کے فیوض وبرکات بے پناہ وبے شمار ہیں جس کا احاطہ ممکن نہیں، ہاں! آداب تلاوت میں آیا ہے کہ جس کو جو آیت یا سورہ اپنے حال کے موافق لگے، اُسے خوب دل جمعی اور خوش الحانی سے پڑھے تاکہ دل کو تسکین حاصل ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ لَیۡسَ مِنَّا مَنۡ لَّمۡ یَتَغَنِّ بِالۡقُرۡآنَ. (رواہ بخاری)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں جس نے قرآن کو عمدہ آواز سے نہیں پڑھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِکُلِّ شَیۡءٍ قَلۡبٌ وَقَلۡبُ الۡقُرۡآنِ یٰسین وَمَنۡ قَرَاَ یٰسین کَتَبَ اللّٰهُ لَه' بِقَرَائَتِهَا قَرَاءَ ةَ الۡقُرۡآنِ عَشَرَ مَرَّآتٍ. (رواہ ترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر کسی کے لیے دل ہے اور قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے اور جس نے بھی سورۂ یٰسین کو پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے پڑھنے کی وجہ سے اس کو دس مرتبہ قرآن پڑھنے کا ثواب دے گا۔

قرآن اور شفاعت

جب ہم موت کی آغوش میں بے بس ہو جائیں گے اور قبر میں ہمیں مدد کی ضرورت ہوگی تو یہی قرآن ایصال ثواب کی صورت میں ہماری نجات کا ذریعہ بنے گا اور یہی قرآن کل بروز محشر ایک آدمی کی شکل میں ہماری شفاعت کرے گا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ :اِقۡرَؤُا الۡقُرۡآنَ فَاِنَّه' یَأتِی یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ شَفِیۡعاً لاَصۡحَابه. (رواہ مسلم)

حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن پڑھا کرو یقیناً وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفیع بن کر آئے گا۔

قرآن ہمارے لئے

زندگی سے لے کر بندگی تک ہر پہلو کا مکمل بیان قرآن

میں موجود ہے۔ ہمارا ایمان وعقیدہ، مذہب وملت، سیاست و معاشرت سب قرآن کا دیا ہوا ہے۔ قرآن نے عبادات و معاملات سے لے کر سیاست ومعاشرت کی ہر سطح پر ہماری رہنمائی کی ہے، بلکہ حلال وحرام، واجب وفرض، مندوب و مستحب اور مباح ومکروہ تمام امور کو تفصیل کے ساتھ بتایا ہے، ہمارے دوست اور دشمن کون کون ہیں اس کی نشان دہی کی ہے، آسمان وزمین کا خالق کون ہے اور اس کی صفات و کمالات کیا کیا ہیں اس سے روشناس کرایا ہے، وہ اعمال بھی بتائے ہیں جن کو بجالانے پر بے تحاشا نعمتوں کی بارش کی جاتی ہے اور ان مجرموں کی نشاندہی بھی کی ہے جن پر دہشت ناک سزاؤں کا عتاب نازل ہوتا ہے، اس کے علاوہ حشر ونشر، حساب وکتاب ہر ایک کے بارے میں بتایا ہے۔

غرضیکہ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں کو بھی قرآن میں نہایت واضح انداز سے بیان کردیا ہے، جو ہمارے لیے زندگی کے ہر موڑ پر ایک رہنما اصول ہے۔

قرآن سب کے لئے

قرآن بظاہر مسلمانوں کی مذہبی کتاب ہے، لیکن حقیقت میں دیکھا جائے تو اس میں ہر مذہب وملت کے خاندانی اور معاشراتی مشکلوں کا حل موجود ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ قرآن ''هُدًى لِّلنَّاسِ'' ہے یعنی تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے ہے، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ساری کائنات کے لیے ہے، کیونکہ وہ ساری کائنات کا رب ہے اور اس کی دعوت سب کے لیے عام ہے اور یہ صرف قرآن کا خاصہ ہے کہ ہر زمانہ اور ہر مکتب فکر کے لیے ہدایت ورہنمائی کا سرچشمہ ہے۔

قرآن اور هم :

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن نے تو ہمیں سب کچھ دیا، ماں کی گود سے لے کر قبر تک ہماری رہنمائی کی اور مرنے کے بعد بھی ہمارا غمخوار اور مددگار رہے گا، لیکن ہم نے قرآن کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اُسے محض ایک تبرک جانا، اس کے احکام کو پڑھا مگر اس پر عمل نہ کیا، معلومات کا ایک ذریعہ بنایا مگر اس سے روشنی نہ حاصل کی اور اس طرح قرآن کی اصل لذت سے محروم رہے۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ۔

جبکہ قرآنی آیات کو پڑھ کر اس سے سبق لینا ہی اصل ہے، اس لیے جہاں تک ہوسکے ہم تلاوت کی روحانیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا شمار بھی ان لوگوں میں ہوجائے جن کے بارے یہ کہا گیا ہے کہ قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔

اللہ ہم سب کو حفظ وامان میں رکھے۔ (آمین)

ماہنامہ خضر راہ

بہت تیزی کے ساتھ پسندیدہ رسالہ بنتا جارہا ہے

جلد ایجنسی کے لیے رابطہ کریں

ایک شہر میں ایک ہی ایجنسی دی جائے گی

جو پہلے ایجنسی حاصل کریں گے ان کو ترجیح دی جائے گی

Mob: 09312922953, E-mail: khizrerah@gmail.com

مشمولہ تحریروں میں الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
توحید	خدا کو ایک ماننا	صاحبِ سِرّ	راز والے
راسخ	مضبوط	تاب وتوانائی	چمک دمک
اشیائے خوردنی	کھانے کی چیزیں	تناور	مضبوط جسم
قدر	فیصلہ، عزت وعظمت	استغفار	اللہ سے بخشش چاہنا
مرغوب	پسندیدہ	عجز	عاجزی
ازدواجی عمل	میاں بیوی کے آپسی تعلقات	فلاح	کامیابی
فحش	بے ہودہ کام	اہلِ حق	سچے
شکم سیر	پیٹ بھر	حرماں نصیبی	محرومی
مقہور	پست کرنا، دبانا	الزام تراشی	الزام لگانا
صیانت	حفاظت	مستفیض	فیض حاصل کرنا
صوم	روزہ	مطیع	فرماں بردار
فریادرس	فریاد پوری کرنے والے	ظلِ رحمانی	رحمت کا سایہ، اللہ کی رحمت
دستِ تعاون	حمایت	آلودہ	گندا، میلا
زنبیل	فقیروں کا تھیلا	زادِ راہ	سفر کے سامان
نویدہائے جاں فزا	خوش کرنے والی خبریں	نقاہت	کمزوری
محظوظ	لطف حاصل کرنا	خیانت	دھوکہ، دغا
مستفید	فائدہ حاصل کرنا	سید	سردار
فضیلت مآب	فضیلت والا	تارک الدنیا	اللہ کے لیے دنیا سے بے تعلق
تخم	بیج	زیستن	جینا، زندہ رہنا
برگ وبار	پھل اور پتے	خوردن	کھانا
استعداد	صلاحیت	علت	سبب، وجہ

مشمولہ تحریروں میں الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مسافت	دوری	عذرشرعی	شرعی مجبوری
قضائے شہوات	خواہشات پورا کرنا	قضا	پورا کرنا، ادا کرنا
کفارہ	گناہ کا بدلہ	فدیہ	جرمانہ
قیل وقال	بحث ومباحثہ	لیت ولعل	ٹال مٹول، بہانہ
امر بالمعروف	نیکی کا حکم دینا	نہی عن المنکر	برائی سے روکنا
معتکف	اعتکاف میں بیٹھنے والا	معاونت	مدد
احکم الحاکمین	حاکموں کا حاکم	نافذ العمل	لاگو ہونے کے لائق
آسودہ	مطمئن	معدنیات	زمین سے نکلنے والی چیزیں، دھات
نمو پانا	بڑھنا	طوق	ہار
تالیف	نرم کرنا	تحصیل	حاصل کرنا
ارجمندی	نیک بختی	ترتیل	ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا
معجزہ	انبیا سے خلاف عادت چیزوں کا صدور	عشرہ	دس روز
طاق	بے جوڑ	مشاہدہ	دیدار، دیکھنا
نہج	طریقہ	نفقہ	خرچ
شرف ومنزلت	عظمت وبزرگی	رجحان	جھکاؤ
نفس عمّارہ	برائی کی طرف لے جانے والی نفس	اجر	بدلہ
صلہ	بدلہ	قلع قمع کرنا	جڑ سے اکھاڑنا
مامون	محفوظ	مناجات	رب سے التجا کرنا
خلوت	تنہائی	طواف	چکر لگانا، کعبہ کے اردگرد گھومنا
مؤکدہ	جس پر زور رہے	توارث	جو کام ایک زمانے سے چلا آرہا ہو
انتشار	بکھراؤ	طلوع	نکلنا، ظاہر ہونا

نوٹ: مذکورہ بالا الفاظ کے معانی اور مفاہیم مشمولہ مضامین کے مفاہیم کے اعتبار سے دیے گئے ہیں۔

ماھنامہ خضر راہ حاصل کرنے کے پتے

قاری سرفراز، دھاراوی، ممبئی09323861303

شیخ جاوید اقبال، شیلیس نگر، ممرا۔مہاراشٹر,09322865066

رضا بک سینٹر، روشن گلدار لین، ٹکیہ پارہ، ہاوڑہ9330462827

محمد ارشد خان، کشمیری گیٹ، فیروز آباد،09259589974

عزیز صدیق احمد، ایچ، کے، پی روڈ، بنگلور09343324034

عادل نورانی الامین مسجد، سلطانیہ جمخانہ، سورت۔9897657786

حافظ نیر اعظم، کینٹ روڈ، لال باغ، لکھنؤ09125139191

مدرسہ فیض العلوم صابریہ، گاندھی نگر، آگرہ،9286192523

مدرسہ عارفیہ سعید العلوم، شیر گھاٹی، گیا، بہار9939479919

دلکش بک ڈپو، رام گڑھ، جھارکھنڈ۔9798306353

مراد علی، بارون بازار، اورنگ آباد، بہار9507840625

انصار بک ڈپو، بارہ پتھر، ڈہری اون سون، بہار8603741579

مولانا عبد الودود، النور مسجد، جنک پوری، نئی دہلی9650203792

اخبار ایجنسی، شاہین باغ ہائی ایکسٹینشن روڈ، نئی دہلی

بک امپوریم، اردو بازار، سبزی باغ، پٹنہ۔9304888739

ابو میانز شاھی اسٹور، نور اللہ روڈ، الہ آباد۔9839457055

محمد امتیاز، کنڈا، پرتاپ گڑھ، اتر پردیش8808646082

حافظ شبیر شاداب، دُرگ، چھتیس گڑھ7869230382

عمران احمد، **بابو پوروا**، **کانپور**،9839101833

چشتی بک ڈپو، نیئر مین گیٹ، درگاہ اجمیر شریف9460933025

حجاز بک ڈپو، سیف آباد، پٹی پرتاپ گڑھ، یوپی۔9839112969

محمد ابراھیم، شولاپور، مہاراشٹر 09421067863

مظھر عالم ۔2مارکوس لین، کولکات،9330931653.14

خانقاہ نعمتی ٹیابرج، کولکاتہ۔09831746380

مولانا مشتاق، بیلگام، کرناٹک08147449067

اسلم بھائی، ہاؤسنگ بورڈ، مڈگاؤں، گوا۔09763900918

عبد اللہ بک ڈپو، پونچھ، جموں وکشمیر

مولانا منور حسین، سمنان گارڈن، کیمپبل روڈ، لکھنؤ۔9889245245

دار العلوم تاج الشریعہ، مصری گنج، مدھوبنی، بہار۔9931431786

امدادیہ بک ڈپو، جامع مسجد روڈ، ہزاری باغ،9835523993

محمد اجمل، جپلا، پلامو، جھارکھنڈ۔9430002405

حافظ عبد اللطیف، نیل کوٹھی، ڈہری اون سون، رہتاس، بہار

امام مسجد بدا خاں، کھٹک پورہ، فرخ آباد، یوپی۔8858839054

خان بک ڈپو، درگاہ مہرولی، نئی دہلی

رضا بک سیلر، کمپنی باغ مظفر پور، بہار9709634293

مولانا غلام سبحانی، جامع مسجد، مہیندرو، پٹنہ۔9386979260

مولانا ضیاء المصطفیٰ، جے کے آشیانہ، کریلی، الہ آباد

محمد زبیر عالم، گریاواں، منصور آباد، الہ آباد۔9795252994

بخشی انصاری، کوربا، چھتیس گڑھ9993197956

گلاٹی نیوز ایجنسی، بس اسٹینڈ، مہرولی، دہلی۔9250225954

شکیل احمد، بالاگنج کراسنگ، لکھنؤ۔9889245245

الجامعة الاسلامیہ، جیت پور اا، نئی دہلی9650934740

نوٹ: ایجنسی حاصل کرنے کے خواھش مند حضرات رابطہ کریں:09312922953